ہفت روزہ

5

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

31 جنوری تا 6 فروری 2012ء / 7 تا 13 ربیع الاوّل 1433ھ

نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور ہم

کون شمار کر سکتا ہے کہ ہر سال کتنی مجالسِ میلاد اور جلسہ ہائے سیرت ہمارے ملک میں منعقد ہوتے ہوں گے؟ ایک ربیع الاوّل ہی کے مہینے میں کتنے وعظ اور کتنی تقریریں ہوا میں لہریں اُٹھا دیتی ہوں گی؟ کتنے مقالے اور کتابیں لکھی جاتی ہوں گی؟ کتنے جرائد کے خاص نمبر اس موضوع پر شائع ہوتے ہوں گے؟ شعراء کتنی نعتیں لکھتے ہوں گے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ذرا سوچئے کہ ایک اچھے مقصد پر قوتوں اور روپے کے اس صرف کا واقعی نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کتنے افراد ہوں گے جو ان نیک مساعی کی بدولت سیرت نبویؐ کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھالنے کی مہم میں ہر سال لگ جاتے ہوں گے؟ اور اگر عملاً حاصل وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیے تو کہیں ہماری مساعی میں کوئی کوتاہی موجود ہے۔ رونا اسی کا نہیں کہ وہ کچھ حاصل نہیں ہو رہا جو مطلوب ہے' بلکہ اس سے بڑھ کر ماتم اس کا ہے کہ ہمارے پلے وہ کچھ پڑ رہا ہے جو محسن انسانیتؐ کے پیغام اور کارنامے سے کھلم کھلا ٹکراتا ہے۔ ہمارے اندر آج ایسے عناصر پروان چڑھ رہے ہیں جو حضور ﷺ کے مشن کو زمانہ حال کے لیے ناکارہ اور حضور ﷺ کے عطا کردہ نظامِ زندگی کو ناقابلِ عمل قرار دیتے ہیں' ایسے عناصر جو حضور ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں' ایسے عناصر جو سیرت اور سنت اور حدیث کا سارا ریکارڈ دریا برد کر دینا چاہتے ہیں' ایسے عناصر جو قرآن کو' قرآن پیش کرنے والی ہستی کی 23 سالہ جدوجہد اور لازوال تحریکی کارنامے سے بے تعلق کر دینا چاہتے ہیں اور حضور ﷺ کی ہستی کو بطور عملی نمونہ انسانیت کے ہماری نگاہوں سے گم کر دینے کے لیے کوشاں ہیں۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ تعبیر و تاویل کے نام پر ہمارے ہاں یہ کوشش ہو رہی ہے' کہ حضور ﷺ کی شخصیت' پیغام اور کارنامے کو موجودہ فاسد تہذیب کے فکری سانچے میں ڈھال دیا جائے اور محسن انسانیتؐ کی بالکل نئی تصویر عالمی طاقتوں کے ذوق کے مطابق تیار کر دی جائے۔

محسنِ انسانیت

نعیم صدیقی

اس شمارے میں

پنجاب اسمبلی کی توبہ

بنی اسرائیل پر لعنت کیوں کی گئی؟

جو چلنا ہے محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ چلنا ہے

نبی اکرم ﷺ کی مرکزی قیادت...

امیر تنظیم اسلامی
حافظ عاکف سعید
سے ندائے ملت کا انٹرویو

استثنائی قلعے

الھدیٰ (498)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

سورۃ ہود

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اِس سورت (سورۂ ہود) کی آیت 25 سے وہ چھ رکوع شروع ہو رہے ہیں جو انباء الرسل پر مشتمل ہیں۔ ان میں حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ یہ انبیاء سب کے سب ایک ہی خطہ میں مبعوث ہوئے جسے ارض القرآن کا نام دے لیجیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک نسل انسانی صرف اِسی علاقے میں تھی۔ یہاں ہی پانی کے طوفان کا عذاب آیا ہے، اوپر کی طرف پہاڑی علاقے ہیں، کوہ ارارات اور کوہ جودی ہے۔ یہاں نوحؑ کی قوم آباد تھی۔ طوفان نوح کے بعد نوحؑ اور ان کے بیٹوں کی اولاد اس علاقے میں پھیل گئی۔ ان کا ایک بیٹا سام عراق میں آباد ہوا، جس کی نسل سے بہت سی قومیں پیدا ہوئیں۔ ان میں ایک قوم جزیرہ نما عرب کے بالکل جنوب میں آباد ہوئی۔ یہ قوم ہود تھی جس کا نام عاد تھا۔ یہ علاقہ احقاف کہلاتا ہے۔ سام کی نسل میں کسی بڑے سردار کا نام عاد تھا۔ اسی کے نام پر یہ قوم عاد کہلائی۔ ان کے ہاں شرک وغیرہ کی خرابیاں پیدا ہوئیں، تو اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے۔ آخر کار حضرت ہود علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ قوم نے ان کی دعوت کو رد کیا تو وہ ہلاک کر دیے گئے۔ حضرت ہود علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے نکلے اور عرب کے تقریباً وسط میں حجر کے علاقے میں آ کر آباد ہو گئے۔ یہاں ان کے ہاں ایک بڑی شخصیت ابھری، اس کا نام ثمود تھا۔ اسی کے نام سے یہ قوم ثمود مشہور ہوئی۔ انہوں نے میدانوں میں بھی محل بنائے اور ساتھ ہی پہاڑی علاقے میں بہت سخت گرینیٹ چٹانیں تراش تراش کر اُن کے اندر بھی مکان بنائے۔ قوم نوح، قوم ہود اور قوم ثمود یہ تینوں اقوام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کی ہیں۔ عراق میں جو قوم باقی رہی، انہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی، لیکن قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں انباء الرسل کا سا انداز نہیں، اُن کا تذکرہ قصص النبیین کے انداز میں آئے گا۔ عراق سے آپؑ نے شام کی طرف ہجرت کی اور پورا صحرا عبور کیا۔ عراق جا کر وہاں اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو آباد کیا۔ دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد کیا۔ آپؑ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام نے آپؑ کے ساتھ ہی ہجرت کی، اُن کو آپؑ نے عامورہ اور سدوم کے شہروں میں بھیجا۔ یہ شہر بحیرہ مردار کے کنارے آباد تھے۔ انباء الرسل کے ضمن میں قوم ثمود کے بعد قوم لوط کا ذکر آئے گا۔ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی تیسری بیوی قطورہ تھی۔ اُن کی اولاد میں مدین نامی ایک شخصیت تھی۔ اسی کے نام پر قوم مدین وجود میں آئی۔ پھر اس علاقے میں حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ جزیرہ نما سینا کے ایک طرف مصر ہے جہاں دریائے نیل ہے۔ سورۂ ہود کے بعد سورۂ یوسف آ رہی ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اُنہیں کنویں میں ڈالا۔ وہاں سے گزرنے والا ایک قافلہ اُن کو لے کر مصر پہنچا۔ اس طرح پہلے یوسف علیہ السلام مصر پہنچے اور بعد ازاں یہ چیز ان کی پوری قوم کے مصر آنے کا ذریعہ بن گئی۔ یہاں مصر میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ یہ کل وہ علاقہ ہے جس میں وہ انبیاء و رسل مبعوث ہوئے ہیں، جن کا ذکر اکثر و بیشتر قرآن میں آیا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی اور رسول صرف یہیں آئے ہیں۔ دنیا میں اور بھی بہت سے نبی اور رسول آئے مگر قرآن میں تذکرہ صرف انہی کا کیا گیا ہے جن کے ناموں سے قرآن کے اولین مخاطب واقف تھے اور جن کا تذکرہ ان لوگوں کی روایات میں موجود تھا۔ قرآن تو کتاب ہدایت ہے۔ ایک رسول کے قصہ میں بھی وہ ساری ہدایت موجود ہے اور چھ رسولوں کے قصوں میں بھی وہ ہدایت موجود ہے۔ اس حوالہ سے سارے رسولوں کی تاریخ بیان کرنا قرآن مجید کا موضوع نہیں ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سلام کو پھیلاؤ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا أَلَا أَدُلُّکُمْ عَلَی أَمْرٍ إِذَا أَنْتُمْ فَعَلْتُمُوہُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ)) (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور رواج دو۔“

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

31 جنوری تا 6 فروری 2012ء جلد 21
7 تا 13 ربیع الاوّل 1433ھ شمارہ 5

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع:** رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پنجاب اسمبلی کی توبہ

لاہور کے ایک کالج کی تین طالبات میوزک کنسرٹ کے اختتام پر دھکم پیل میں ہلاک ہوگئیں۔ یہ واقعہ اُس پنجاب میں ہوا جہاں کی حکمران شریف فیملی کی اسلام سے عملی وابستگی کے بہت چرچے ہیں۔ اِن کے سیاسی حریف اِنہیں طالبان سے تعلق ہونے کا طعنہ بھی اکثر دیتے رہتے ہیں۔ جس زمانے میں نواز شریف وزیراعظم اور شہباز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے اُن دنوں اُن کے والد محترم میاں شریف اپنی حکمران اولاد کی معیت میں بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے آفس میں کم از کم دوبار تشریف لائے اور سود کو پاکستان کی معیشت سے ایک سال میں مکمل طور پر ختم کرنے کا پکا وعدہ کر کے گئے۔ لیکن ہوا یہ کہ نہ صرف یہ وعدہ ایفا نہ کیا گیا بلکہ اِسی دورِ حکومت میں سود ختم کرنے کے عدالتی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی۔ یہ شنید بھی ہے کہ جن دنوں میاں محمد نواز شریف سعودی عرب میں جلاوطن کر دیئے گئے تھے، انہوں نے خانہ کعبہ میں وعدہ کیا تھا کہ اقتدار ملنے پر وہ پاکستان میں اسلام کا نفاذ کریں گے۔ دروغ برگردنِ راوی۔ اُن کی فیملی کا یہ بیک گراؤنڈ کم از کم پنجاب میں بچہ بچہ جانتا ہے۔ ہم نے اِس کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ ہم اِس پس منظر میں یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ لہو ولعب کی مجلس کے دوران تین جوان بچیوں کی ہلاکت ایک بہت بڑا اور تشویشناک مسئلہ ہے۔ اِس سانحہ کا وقوع پذیر ہونا پنجاب کے اسلام پسند خادم اعلیٰ کو غضبناک کر دے گا۔ وہ سخت ترین نوٹس لیں گے۔ ساری حکومتی مشینری حرکت میں آ جائے گی اور فوری ردعمل یہ ہوگا کہ صوبہ بھر میں "میوزک ایمرجنسی" نافذ کر دی جائے گی۔ جس کالج نے اِس پروگرام کا اہتمام کیا تھا اُس سے سخت باز پرس ہوگی اور یہ اعلان ہوگا کہ آئندہ کسی کالج یا سکول نے میوزک کنسرٹ کا اہتمام کیا تو اُسے عبرت کا نشان بنا دیا جائے گا۔ لیکن ہوا صرف اتنا کہ پنجاب اسمبلی نے ایک ڈھیلی سی قرارداد منظور کی کہ تعلیمی اداروں کے میوزک کنسرٹ منعقد کرنے پر پابندی لگا دی جائے۔ ہمیں اتنے کمزور اور بزدلانہ ردعمل پر سخت افسوس ہوا، لیکن پھر بھی امید بندھی رہی کہ شہباز شریف از خود نوٹس لے کر سخت ترین کارروائی کے احکامات جاری کریں گے۔ لیکن اس وقت ہم اپنا سر پیٹ کر رہ گئے جب پنجاب حکومت نے اِس قرارداد سے بھی لاتعلقی کا اظہار کر دیا بلکہ اُن کے کئی وزیر با تدبیر ثقافت کے تحفظ کی قسم کھاتے ہوئے میدان میں اتر آئے اور ثقافت دشمن عناصر سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ طلبہ کی غیر نصابی سرگرمیوں پر کوئی پابندی برداشت نہیں کریں گے۔ دیگر قومی سطح کے لیڈروں نے بھی ثقافت کو درپیش خطرہ کو بھانپتے ہوئے پنجاب اسمبلی کی اِس قرارداد کی خوب درگت بنائی۔ رہ گیا میڈیا، اُس کی تو اِس قرارداد سے جان پر بن آئی تھی۔ اُس نے اِس قرارداد کا بھرپور طریقے سے استہزا کیا۔ چند شوبز کے لڑکے نما لڑکیوں اور لڑکی نما لڑکوں سے انٹرویو کر کے اعلان کر دیا کہ ساری قوم اِس قرارداد کی مذمت کرتی ہے۔ ایک اینکر صاحب نے فرمایا کہ ہم سمجھتے تھے جاہل لوگ صرف دیہاتوں میں ہوتے ہیں، اب معلوم ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں بھی موجود ہیں۔ پنجاب اسمبلی کے ارکان نے بھی متفقہ طور پر توبہ تائب کرتے ہوئے اپنی سابقہ قرارداد کو رد کیا اور ثقافت اور طلبہ کی غیر نصابی سرگرمیوں پر کسی قسم کی قدغن کے حوالے سے متفقہ طور پر اعلان برأت کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم ثقافت کے اِن ٹھیکے داروں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ سُر، تال پر تانیں اُڑانا اور طبلے کی تھاپ پر بے ہنگم ناچ کب سے پاکستانی یا اسلامی ثقافت بنی ہے۔ آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 31 میں صاف صاف درج ہے کہ حکومت پاکستان کا فرض ہوگا کہ وہ اسلامی بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل کے لیے بھرپور کوشش کرے گی۔ اسلام کے احکامات ہمارے حکمرانوں کے لیے کس قدر اہمیت رکھتے ہیں، ہم اس پر قلم آزمائی کرنا مناسب نہیں سمجھتے کہ ہمیں تلخ نوائی کا خطرہ ہے۔ جس آئین پاکستان کے تقدس کی یہ حکمران دن رات قسمیں اُٹھاتے رہتے ہیں وہ بھی ایسے میوزک کنسرٹ کی اجازت نہیں دیتا۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک کہ میرے رب نے مجھے آلاتِ موسیقی کو تلف

کرنے کا حکم دیا ہے، کیوں فراموش کر دیا گیا ہے۔ ایسی موسیقی، ایسے فحش گانے اور تھرکتے جسم جو ہوش و حواس گم کر دیں جو جنسی خواہش کو بے قابو کر دیں کسی معقول اور مہذب معاشرے کی ثقافت نہیں ہوسکتی۔ (ہم نے سوچ سمجھ کر ''مہذب معاشرے'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے نزدیک مغربی اور مغرب زدہ معاشرہ ''مہذب'' نہیں ہے بلکہ جاہلیت جدیدہ کا عکاس ہے) چہ جائیکہ ہم اِس کا تعلق اسلام یا اسلام کے نام پر بنے ہوئے ملک سے جوڑیں۔ گانا بجانا اور ناچنا کودنا تو بھارت کی ثقافت ہے اور ہندو کے مذہب کا حصہ ہے۔ اگر ہم نے رقص و سرود کی محفلیں ہی منعقد کرنا تھیں اور گویوں اور رقاصاؤں کے میلے ٹھیلے ہی سجانا تھے تو کیا یہ کام متحدہ ہندوستان میں زیادہ بہتر اور بھرپور انداز سے نہیں ہوسکتا تھا، پھر خواہ مخواہ ایک بے معنی لکیر کھینچنے کی کیا ضرورت تھی، جسے ہمارے دشمن ہی نہیں ہمارے سیکولر اور ماڈرن دانشور اور ناچنے گانے والے بھی، جنہیں عزت و احترام فراہم کرنے کے لیے فن کار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، مٹانے کے لیے تلے بیٹھے ہیں۔ کیا ضرورت تھی کہ ہزاروں جانوں کو بے مقصد آزادی کے لیے قربان کر دیا؟ کیا مصیبت پڑی تھی کہ ہزاروں دوشیزاؤں کی عزت کو ہندوؤں سکھوں سے تار تار کروادیا؟ کیوں لاکھوں انسان بے مقصد، بلا نظریہ بے گھر ہوئے اور ایسے میں کیوں مہاجر کہلائے جب دینی، فکری نظریاتی اور روحانی ہجرت نہ کی تھی۔ پاکستان بنانے کا مقصد تھا یہاں ناپاک حرکات اور غیر شرعی سرگرمیاں نہیں ہوں گی۔

اللہ ہم پر رحم کرے شمال مغرب اور مشرق دونوں سمت سے دشمن طبلِ جنگ بجا چکا ہے۔ وہ آخری اور کاری ضرب لگانے کے لیے محض مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ دشمن ہماری سرحدوں پر شمشیر و سناں کی مشترکہ آزمائشی مشقیں کر رہا ہے اور ہمارے نام نہاد لیڈران طاؤس و رباب کے تحفظ کے لیے اپنی توانائیاں لٹا رہے ہیں۔ وہ موسیقی کی افیون سے قوم کو سلا دینا چاہتے ہیں۔ اسی کے نشے سے بند ان کی آنکھیں نوشتۂ دیوار پڑھنے سے قاصر ہیں۔ پاکستان میں زلزلے نے تباہی مچائی، سیلاب ہزاروں گھروں اور لاکھوں لوگوں کو بہا کر لے گیا۔ بے وقت کی بارشوں نے کھڑی فصلوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ڈرون حملے انسانوں کے جسموں کے ساتھ ساتھ ہماری آزادی اور خودمختاری کی بھی دھجیاں اُڑا دیتے ہیں۔ شمال مغرب میں دہشت گردی اور تخریب کاری کراچی اور کوئٹہ میں ٹارگٹ کلنگ ہماری جان کا عذاب بنی ہوئی ہے۔ ''کم بچے خوشحال گھرانہ'' کا فلسفہ اب شاید ڈینگی مچھر اور جعلی ادویات کے ذریعے مسلط کیا جا رہا ہے۔ لیکن منشائے رب سمجھنے کو ہم تیار ہی نہیں۔ شاید ہم کسی بڑے عذاب کے منتظر ہیں۔ بنی اسرائیل جب کسی عذاب کی زد میں آتے تھے تو وقتی طور پر سہی، منافقت سے ہی رجوع کر لیتے تھے۔ ہم خرافات، بے ہودگی اور غیر شرعی طرزِ عمل سے انتہائی مخلص ہیں۔ ہمارا معاملہ تو زمین جنبد، نہ جنبد گل محمد والا بن گیا ہے۔ خدارا کوئی تو جاگے، کوئی تو آگے بڑھے، کوئی تو علم اُٹھائے جو اِس قوم کو خصوصاً اِس کے لیڈروں کو اُس صراطِ مستقیم کی طرف لائے جس کی دعا ہم پنجگانہ نماز میں مانگتے ہیں کہ وہی راہ راست ہے، وہی راہ نجات ہے۔ قرآن حکیم جیسی زندہ کتاب جس قوم کی بغل میں ہو، محمد ﷺ جیسا اُسوہ حسنہ جس قوم کے سامنے ہو، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ جیسے رہنما اور رہبر جس قوم کے ہاں ہوں، وہ غیروں کی نقالی کرے تو تف ہے ایسی قوم اور اُس کے لیڈروں پر۔

آخر میں ہم انتہائی دکھی دل کے ساتھ عرض گذار ہیں کہ جہاں سیکولر عناصر نے متحد ہو کر اِس قرارداد کے خلاف ردِ عمل کا اظہار کیا اور اُسے اُس ہی اسمبلی سے رد کروایا جس نے اِسے منظور کیا تھا، اسلامی جماعتوں کا اِس قرارداد کی منسوخی پر اور میوزک کنسرٹ جاری رکھنے پر کوئی ردِ عمل یا اظہارِ خفگی سامنے نہیں آیا۔ اے برادرانِ اسلام لوٹ آؤ کہ ابھی وقت ہے، لوٹ آؤ کہ ابھی مہلت ہے۔ کائنات کے مالک ربِ ذوالجلال نے خود پر بندوں پر رحمت کرنا لازم کیا ہوا ہے۔ ہاں بندے بھی تو بندگی کی طرف لوٹیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

پریس ریلیز — **حافظ عاکف سعید**

پنجاب اسمبلی میں میوزک کنسرٹ پر پابندی کی قرارداد کی مخالفت سے ہمارے لیڈروں کے اسلامی اور جمہوری چہرے بے نقاب ہوگئے ہیں

گانا بجانا اور رقص و سرود درحقیقت بھارتی ثقافت ہے

پنجاب اسمبلی میں میوزک کنسرٹ پر پابندی کی قرارداد کی مخالفت سے ہمارے لیڈروں کے اسلامی اور جمہوری چہرے بے نقاب ہوگئے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اللہ کر کے چار سال بعد ہماری ایک صوبائی اسمبلی نے ایک ایسی قرارداد منظور کی تھی جسے اسلام اور شریعت کے حوالے سے ایک مثبت قدم قرار دیا جا سکتا تھا لیکن حیرت ہے کہ خود پنجاب کے اُن حکمرانوں نے اِس قرارداد کو رد کر دیا جو دن رات جمہوریت اور اسلام سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے نہیں تھکتے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ دورخی ہے جو منافقت کی راہ دکھاتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ گانا بجانا اور رقص و سرود درحقیقت بھارتی ثقافت ہے بلکہ اُن کے مذہب کا حصہ ہے۔ اگر ہم نے گویوں اور ناچنے والیوں کے میلے ٹھیلے ہی سجانے تھے تو یہ کام متحدہ ہندوستان میں زیادہ بہتر انداز میں ہوسکتا تھا۔ ہم نے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل کیا لیکن اب اس نظریئے سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسی جرم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اور پاکستان بدترین انجام کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن ہمارے لیڈر عبرت حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیرونی قوتیں ہماری آزادی اور خودمختاری پر حملہ آور ہیں اور اندرونی طور پر عوام مہنگائی، بے روزگاری، لوڈشیڈنگ اور امن و امان کی بری حالت کی وجہ سے بے حال اور پریشان ہیں لیکن ہمارے لیڈر سُر، تال اور رقص کے تحفظ کے لیے اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

(پریس ریلیز: 25 جنوری 2012ء)

پنجاب اسمبلی نے نئی قرارداد کے ذریعے تعلیمی اداروں میں غیر اخلاقی اور غیر شرعی سرگرمیوں کی کھلی چھٹی دے دی ہے

دفاع پاکستان شریعت کے نفاذ اور اللہ کی تائید و رضا حاصل کیے بغیر ممکن نہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ جو اسلامی جماعتیں دفاع پاکستان کے حوالہ سے متحد ہو کر متحرک ہوئی ہیں اُنہیں باہمی مشاورت سے طے کرنا چاہیے کہ ان کا فرضِ اولین کیا ہے اور اِس حوالہ سے حصول مقصد کے لیے کون سا لائحہ عمل بہتر اور کارگر ثابت ہوگا۔ اُنہوں نے کہا کہ دفاع پاکستان اور نفاذ اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنی توانائیاں پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے صرف کرنی چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہماری حالت یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی نے بے ہودہ اور فحش میوزک کنسرٹ پر پابندی کی جو قرارداد منظور کی تھی وہ سیکولر قوتوں کے خوف سے نہ صرف واپس لے لی گئی ہے بلکہ اُس کے برعکس ایسی قرارداد منظور کی گئی ہے جس کا لازمی مطلب یہ لیا جائے گا کہ تعلیمی اداروں میں ایسی غیر اخلاقی اور غیر شرعی سرگرمیوں کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیکولر دنیا کو خوش کر کے ہم کبھی پاکستان کا دفاع نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے کہ پاکستان کی بنیاد سیکولرازم پر نہیں بلکہ اسلام پر ہے، لہٰذا ہمارا استحکام ہی نہیں ہمارا وجود بھی اسلامی نظام کے قیام کا محتاج ہے۔

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

بنی اسرائیل پر لعنت کیوں کی گئی؟

سورۃ المائدہ کی آیات 78 تا 82 کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 20 جنوری 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المائدہ کی آیات 78 تا 82 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! سورۃ المائدہ کے 11ویں رکوع کی ابتدائی آیات ابھی آپ نے سماعت فرمائیں۔ اس سے پہلے ہم آٹھواں، نواں اور دسواں رکوع پڑھ چکے ہیں۔ ان آیات کا جو مفہوم ہے اور ان سے آج کل کے زمانے میں جو رہنمائی ملتی ہے، میں نے کوشش کی ہے کہ کسی حد تک اسے سمجھ کر آپ تک پہنچایا جا سکے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ حق تو ادا نہیں ہو سکتا۔ اس پر جتنا بھی غور و فکر کریں گے اتنے ہی ہدایت اور معرفت کے موتی برآمد ہوتے رہیں گے۔ سورۃ المائدہ کی اِن آیات کا اصل موضوع یہود و نصاریٰ ہیں۔ البتہ ضمناً ذکر مشرکین کا بھی آیا۔ یہود و نصاریٰ کے حوالے سے مسلمانوں کے لیے ابدی رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ خاص طور پر انہیں بتا دیا گیا کہ آئندہ ان کے حوالے سے تمہارا موقف کیا ہونا چاہیے۔ یہ گویا ہم مسلمانوں کی خارجی پالیسی اور دوسرے ممالک اور قوموں کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے رہنمائی ہے۔ قرآن مجید قیامت تک ہر دور کے لیے ہدایت ہے۔ لیکن یہ ہدایت واضح تب ہو گی جب ہم اسے کھولیں اور آنکھیں کھول کر پڑھیں۔ افسوس کہ ہم نے اس کتاب عظیم کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے۔ اس کی ہدایات و تعلیمات کو بالکل فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ ہم نے قرآن کی یہ بات ذہنوں سے نکال دی ہے کہ یہود و نصاریٰ ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اس کے بجائے ہم اُن سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔

پچھلے رکوعات میں جن کا مطالعہ ہم گزشتہ مجالس میں کر چکے ہیں، یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت کی گئی اور اُن کے جرائم اور کرتوتوں کے بیان کے ساتھ اُن پر اللہ کے غضب کا ذکر ہوا ہے۔ نیز نصاریٰ کے گمراہ کن عقیدۂ تثلیث کی نفی کی گئی اور اہل کتاب کو دین میں غلو سے منع کیا گیا ہے۔ اب گیارھویں رکوع کا آغاز اس بات سے ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے گھناؤنے کردار کے سبب اُن پر لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝﴾

’’جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔‘‘

یعنی بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، اللہ کے دین سے بے وفائی کی اور بد اعمالیوں کے مرتکب ہوئے، اُن پر لعنت کی گئی ہے۔ لعنت کرنے والا اللہ ہے، مگر اللہ نے یہ لعنت حضرت داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ذریعے کی جو بنی اسرائیل کے نبی اور رسول تھے اور انہی میں سے تھے۔ زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی اللہ نے اِن لوگوں کو بایں الفاظ سرزنش فرمائی:

’’اے خدا کو بھولنے والو سوچ لو، ایسا نہ ہو کہ میں تم کو پھاڑ ڈالوں اور تمہیں کوئی چھڑانے والا نہ ہو گا۔‘‘ اِسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو قدم قدم پر جھنجوڑا اور اُن پر لعنت و ملامت کی۔ ایک موقع پر فرمایا:

’’اے ریاکار فقیہو اور فریسیو، تم پر افسوس ہے، تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے خوبصورت دکھائی دیتی ہیں، مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوتی ہیں۔ تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو، مگر تمہارے باطن میں ریا کاری اور بے دینی بھری ہوئی ہے۔ اے اندھی راہ بتانے والو، تم مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ نگل جاتے ہو۔‘‘ ایک اور مقام پر اُن کے الفاظ ہیں: ’’اے سانپو، اے افعی کے بچو، تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے......‘‘ یہ ہے بنی اسرائیل پر اُن کے انبیاء و رسل کی جانب سے سرزنش اور ملامت۔ انبیاء نذیر کے ساتھ ساتھ بشیر بھی ہوتے ہیں۔ لیکن جب اللہ کی ہدایت کے ماننے والے دین سے غداری کریں تو پھر اُن کی زبان سے غداروں کے لیے لعنت و ملامت ہی ہوا کرتی ہے۔ بنی اسرائیل پر لعنت کر کے دراصل انہیں Degrade کیا گیا ہے کہ دیکھو تم تو اپنے آپ کو اللہ کے چہیتے اور بڑے برگزیدہ خیال کرتے ہو، مگر تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم ملعون ہیں۔ اگر اللہ کے ہاں تمہارا کوئی مقام ہوتا تو تم پر کبھی لعنت نہ ہوتی۔ آیت کے آخر میں اِس لعنت کا سبب بھی بتا دیا کہ بنی اسرائیل پر لعنت اس لیے کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کو اپنے پاؤں تلے روند

رہے تھے۔ اُس کے فرامین اور تعلیمات کو نظر انداز کر کے من پسند زندگی گزار رہے تھے۔ انہیں اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ اُن کا طرزِ عمل شریعت سے بغاوت کا مظہر ہے اور اِس سے احکامِ الٰہی ٹوٹ رہے ہیں۔ وہ نفسانی خواہشات کے بندے بن گئے تھے۔ انہیں تو نفس کی بے لگام خواہشیں، برادری کا چلن اور زمانے کے رواجات ہی عزیز تھے۔ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے۔ گناہ اور نافرمانی ایک تو وہ ہے جس کا تعلق مظاہرِ عبودیت سے ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز، روزہ میں کمی کوتاہی کرتا ہے تو وہ گناہ اور معصیت کا مرتکب ہوتا ہے۔ لیکن معصیت یہی نہیں، بلکہ یہ زندگی کے کسی بھی گوشے میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔ دین پوری زندگی کا لائحہ عمل اور ضابطہ ہے۔ یہ آپ کو بتاتا ہے کہ صحیح راستہ کون سا ہے اور غلط کون سا؟ کس راستے پر چلو گے تو فلاح و کامیابی حاصل ہوگی اور کون سا راستہ تباہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانی اور دین سے بے وفائی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ وہ حد سے نکل جانے والے تھے۔ آج ہمارا معاملہ بھی یہی ہے۔ ہم نے بھی دین کو اختیار کرنے کی بجائے اُس سے بے وفائی اور غداری کا شیوہ اپنا رکھا ہے اور احکامِ شریعت کی بجائے زمانے کے رواجات اور رسومات کی پیروی کر رہے ہیں۔ شادی بیاہ کے سادہ سے بندھن کو تقریبات کا مجموعہ بنا دیا ہے، اور ان تقریبات میں احکامِ شریعت کی بجائے ہندوانہ رسومات کو پورے اہتمام سے ادا کیا جاتا ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی رسم رہ نہ جائے، ورنہ ناک کٹ جائے گی۔ یہ سماجی زندگی میں اللہ کی نافرمانی کی ایک مثال ہے۔ معاشی زندگی میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے سود کو اختیار کر رکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اِس دور میں سود کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ بنک کی ملازمت کے لیے بہت دوڑ دھوپ کی جاتی ہے کہ اِس میں معاشی فوائد اور ترقی کے زیادہ امکانات ہیں۔ اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اِس طرح اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے بغاوت ہو رہی ہے۔ ہم زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ مول لے لیں گے، مگر سود کو نہیں چھوڑیں گے۔ پھر ہمارے ہاں کرپشن عروج پر ہے۔ جس کو بھی موقع ملتا ہے ملک کی دولت کو لوٹ کر کھاتا ہے۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ سرکاری ملازمت کا مطلب ہی یہ رہ گیا ہے کہ اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے۔ میرٹ کا تصور صرف کتابی باتیں ہیں۔ وہ کہیں آئین و قانون میں لکھا ہوگا، عملاً معاشرے میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے، بلکہ اس کی بجائے اقربا پروری ہوتی اور دوستوں کو نوازا جاتا ہے۔ ہم لوگوں کی ذہنیت اس قدر مسخ ہوگئی ہے کہ جس شخص سے ہمارا کوئی تعلق ہو اُس سے ناجائز کام کروانا اپنا حق سمجھتے ہیں، اور اگر کوئی یہ کام نہ کرے تو اُس سے ناراض ہو جاتے بلکہ قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہم کسی کی غلط سفارش کرتے ہیں، یا اقربا پروری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ حقدار حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ صریح ناانصافی ہے اور ناانصافی وہ شے ہے جس سے معاشرے سنڈاس بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا جیسے ہمارے ہاں ہو رہا ہے۔ اللہ کی نافرمانی اور سرکشی اور احکامِ شریعت سے روگردانی اور غداری معاشرے کا چلن تھا، مگر کسی کو بھی اِس کی کوئی پروا نہ تھی۔ چنانچہ اگلی آیت میں یہی بات فرمائی گئی ہے:

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٩﴾

"(اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلاشبہ وہ برا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بنی اسرائیل کے بہت سے جرائم کا تذکرہ کیا ہے۔ اِن میں سے ایک بہت بڑا جرم یہ تھا کہ اِن کے علماء اور صوفیاء معاشرے کے اندر برائیاں ہوتی دیکھتے، مگر اُن سے منع نہیں کرتے تھے۔ علماء و صوفیاء اور دینی رہنماؤں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ عوام کو منکرات اور گناہوں سے منع کریں، انہیں حرام خوری اور حرام کی ہر صورت سے روکیں، مگر بنی اسرائیل کے علماء و صوفیا کو اِس ذمہ داری کی کوئی پروا نہ تھی۔ اِسی لیے تو اُن کی مجرمانہ غفلت پر پیچھے کہا گیا کہ ﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝٦٣﴾ (المائدہ:63) "بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ برا کرتے ہیں۔" یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اگرچہ برائیوں سے روکنا علماء کی بنیادی ذمہ داری ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ باقی لوگوں پر سے ایک دوسرے کو برائی سے روکنے کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ نہی عن المنکر کا یہ کام صرف علماء کے ذمہ نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کے لیے اپنے دائرہ اختیار میں برائیوں کا خاتمہ کی جدوجہد لازم ہے۔ جو شخص اپنے خاندان کا سربراہ ہے، اُس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے۔ گھر والوں کو نماز، روزہ، اسلامی اخلاق، طور اطوار سکھائے اور منکرات اور گناہوں سے منع کرے۔ گھر کے سربراہ کی حیثیت سے وہ بااختیار ہے، اور قوت کا استعمال بھی کر سکتا ہے۔ جس معاشرے میں منکرات کے خلاف آواز اُٹھنی بند ہو جاتی ہے، وہ گل سڑ جاتا ہے۔ جس معاشرے میں مداہنت شروع ہو جاتی ہے، برائیوں پر بے چینی، اُن پر کڑھنے اور اُن کے خاتمے کے لیے جدوجہد کا خیال دلوں سے نکل جاتا ہے، اُسے تباہی کے آخری انجام تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ برائی پر چشم پوشی اُس وقت ہوتی ہے جب اپنے دل میں چور ہو۔ اس لیے کہ خیال یہ آتا ہے کہ اگر دوسروں کو برائی سے روکیں گے تو ہمارے اوپر انگلیاں اُٹھیں گی کہ تم ہمیں روکتے ہو، خود تمہارا طرزِ عمل کیا ہے۔ نہی عن المنکر کے حوالے سے اگر ہم آج اپنا جائزہ لیں تو صورتحال بہت ہی ناگفتہ بہ ہے۔ حیا کا پردہ معاشرہ سے اُٹھ چکا ہے اور اِس کا گراف اور بھی اوپر جا رہا ہے بے حیائی کو کس قدر گوارا کر لیا گیا ہے، اِس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ گھروں میں والدین اپنے بچوں کے ساتھ ٹی وی پر وہ مناظر بھی اب بے جھجک دیکھ رہے ہیں، جنہیں دیکھنے کا اِس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر اللہ کی نمائندہ اُمت اس طور سے شریعت کی دھجیاں بکھیرے، اور اُس میں منکرات کا سیلاب آئے، اور اُسے روکنے کی کسی کو کوئی فکر نہ ہو تو پھر اُس کا مقدر عذاب ہی ہوا کرتا ہے۔

اگلی آیت میں یہود کے ایک اور بہت بڑے جرم موالاتِ کفار کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا:

﴿تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝٨٠﴾

"تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے۔"

یہود کے حوالے سے مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم دیکھو گے کہ اِن میں سے بہت سے کفار سے دوستی کرتے ہیں۔ یہ رسولوں کو ماننے والے ہیں، کتاب تورات کے ماننے والے ہیں، مگر اِن کی دوستیاں مشرکین عرب سے ہیں۔ یہود کا حال یہ تھا کہ سرداران قریش سے دوستیاں کرتے اور اسلام کے خلاف سازشوں کے جال بنتے تھے۔ انہیں یہاں تک کہتے کہ تم مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ یہود کا کفار سے دوستیاں استوار کرنا اور اسلام کے خلاف اُن سے مل کر سازشیں کرنا بہت بڑا جرم ہے، جس سے انہوں نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اِس جرم کی بنا پر اللہ تعالیٰ اُن پر غضب ناک ہو گیا۔ آج ہم مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ کفار سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے اور اُن کے مفادات اور ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ہم اہل پاکستان نے نائن الیون کے بعد امارت اسلامی افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا اور صلیبی جنگ میں اُس کے اتحادی بنے اور صلیبی اور صہیونی طاقتوں کے ایجنڈے کے مطابق شریعت کا راستہ روکا۔ یہ معمولی جرم نہیں، بہت بڑا جرم تھا، جس کا ارتکاب ہم نے کیا ہے۔ اسلام کے خلاف کفار کا ساتھ دے کر ہم نے بھی یہود کی طرح اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾﴾

"اور اگر وہ اللہ پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر بدکردار ہیں۔"

یعنی اگر یہودی فی الواقع ایمان لاتے، کتاب تورات کو مانا ہوتا تو کبھی کفار و مشرکین کو اپنا دوست نہ بناتے۔ اگر وہ حضورﷺ اور اہل ایمان کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں نہ تو اللہ کو مانتے ہیں اور نہ نبیوں اور اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، بلکہ وہ یہ سرکش اور باغی ہیں۔ اِسی بات کو اپنے اوپر منطبق کر کے ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ اگر ہم اسلام کے خلاف کفار کے معاون بنتے ہیں تو کیا ہم مومن کہلانے کے حقدار ہیں؟

اگلی آیت میں یہود کی اسلام اور مسلمانوں سے عداوت اور سب لوگوں سے بڑھ کر دشمنی کا بیان ہے۔

فرمایا:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾

"(اے پیغمبر!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔"

قرآن نے یہاں مسلمانوں سے سخت ترین دشمنی کے حوالے سے دو گروہوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اِن میں سے ایک یہود ہیں اور دوسرے مشرکین، پھر اِن میں بھی مقدم یہود ہیں۔ یہود کی اسلام سے دشمنی دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر مشرکین اسلام کے سخت ترین دشمن ہیں۔ دورِ نبوی میں یہ مشرکین مکہ کے مشرک اور سردارانِ قریش کی صورت میں تھے، اور آج کل یہ ہنود کی صورت میں ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود، مشرکین اور نصاریٰ کی تین قوتیں آج بھی اکٹھی ہیں۔ یہ اتحادِ ثلاثہ پوری امت کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ پاکستان اِس کا خصوصی ہدف ہے۔ اِس میں اسرائیل، انڈیا اور امریکہ شامل ہیں۔

اب آگے نصاریٰ کے حوالے سے جو بات آ رہی ہے وہ بظاہر اُس بات سے مختلف نظر آتی ہے جو پیچھے آٹھویں رکوع (آیت:51) میں آتی ہے۔ یعنی یہود کے ساتھ نصاریٰ کو بھی ملا کر اُن سے دوستی کی ممانعت کی گئی۔

یہاں فرمایا:

﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾﴾

"اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں مشائخ بھی، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔"

نصاریٰ کے بارے میں فرمایا کہ اسلام اور مسلمانوں سے دوستی اور محبت کے معاملے میں وہ سب سے قریب ہیں۔ اس کی وجہ بھی بتا دی کہ ان میں بڑے بڑے عالم اور درویش لوگ موجود ہیں۔ پھر یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔ اِن میں بڑی عاجزی ہے۔ یہ بات پچھلی بات سے ہرگز متضاد نہیں ہے۔ دراصل نصاریٰ، وہ لوگ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے جانشین شمعون کے راستے پر چل رہے تھے اور سینٹ پال کو جس نے عیسائیت میں نقب لگا کر تثلیث اور کفارہ کے عقائد گھڑے تھے، غلط کہتے تھے۔ یہ لوگ آنحضورﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھے اور اصل دین مسیح پر چلے آتے تھے۔ ممکن ہے، یہ لوگ آج بھی کہیں موجود ہوں۔ یہ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے تھے۔ اِن میں بڑے بڑے موحدین اور اچھے راہب موجود تھے، جو بڑے اللہ والے تھے۔ انہی میں سے ایک بحیرہ راہب تھا جس سے آپ ﷺ کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔ پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کھجوروں کی سرزمین (مدینہ) کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی ایک عیسائی راہب تھا۔ اِسی طرح نجاشی بھی نصاریٰ میں سے تھا، جو آپ ﷺ کی دعوت پر فوراً ایمان لے آیا۔ یہ "نصاریٰ" اُن لوگوں سے یکسر مختلف تھے، جنہوں نے سینٹ پال کے من گھڑت عقائد اور تعلیمات کو قبول کر کے عیسائیت کا حلیہ بگاڑا۔ اِن "نصاریٰ" کے برعکس پال کے پیروکاروں نے 50 عیسوی میں اپنے لیے مسیحی کا لقب اختیار کر لیا تھا اور یہی لوگ ہیں جو آج دنیا بھر میں عیسائیت کے پیروکاروں کے طور پر موجود ہیں۔ ان لوگوں کا "نصاریٰ" (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل پیروکاروں) سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ لوگ آج بھی پورے طور پر یہودیوں کے ساتھ اکٹھے ہیں اور اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ یہود اور سینٹ پال کے پیروکار یکجان دو قالب ہیں اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ہندو بھی ان کے ساتھ ہیں۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی ٹرائیکا کا اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ ہے۔ یہ پاکستان کے سب سے بڑھ کر دشمن ہیں۔ اِس لیے کہ یہ واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ پھر یہ کہ اللہ نے اِس ملک کو ایٹمی صلاحیت عطا کی ہے جو انہیں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور بنی اسرائیل کے گھناؤنے طرزِ عمل سے بچائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

جو چلنا ہے محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ چلنا ہے

شاہ وارث

اللہ تعالیٰ نے جب دُنیا بھر کی مخلوقات کے ساتھ رحمت کا فیصلہ کیا تو سرزمینِ عرب میں اپنے محبوب اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ محبوب رب العٰلمین جب دُنیا میں تشریف لائے تو کفر، شرک، گمراہی، بدعات اور بد اعتقادی میں پورا معاشرہ ڈوبا ہوا تھا۔ اخلاقیات کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ اچھے اور بُرے کا شعور ختم ہو چکا تھا۔ امن نامی کوئی شے موجود نہیں تھی۔ محبت وآشتی سے لوگ ناآشنا تھے۔ ہر وقت جنگ وجدل کا میدان گرم رہتا تھا۔ بیت اللہ 360 بتوں کا مسکن بنا ہوا تھا۔ لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ عورت کو شمع محفل بننے کے علاوہ کوئی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ انسانیت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہر سو کفر کی کالی چادر بچھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے آکر ان تمام تر گمراہیوں کا پردہ چاک کر دیا۔ کفر وشرک کا خاتمہ کر دیا۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے ہمیشہ کے لیے خالی کر دیا۔ کمزور، غریب اور بے کس غلاموں پر ہونے والے ظلم وستم کے باب کو بند کر کے رکھ دیا۔ معاشرے کو امن بخشا۔ عورت کو مختلف حیثیتوں سے متعارف کرایا، بیٹی کی حیثیت میں رحمت قرار دیا تو ماں کی حیثیت میں اس کے پاؤں تلے جنت رکھ دی۔ آپؐ نے معاشرے میں محبت، اتفاق اور خیر خواہی کے جذبات کو پروان چڑھایا۔ سماج کو باہمی شیر وشکر بنایا۔ انسانیت کو ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے پر آمادہ کیا۔ ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھایا کہ جس میں قلوب واذہان بدلے، افراد کی سوچ بدلی، جذبات اور احساسات بدلے، اقدار بدلیں، طور طریقے بدلے، مزاج بدلے، خواہشات کے پیمانے بدلے، عبادتوں کے انداز بدلے، شب وروز بدلے، خلوت وجلوت بدلی، دُنیا کا رُخ بدلا، حیات انسانی میں وہ تبدیلی پیدا کی جس پر اہل عالم انگشت بدنداں ہیں کہ 23 سالہ قلیل عرصہ میں اتنا بڑا انقلاب کس طرح برپا ہو گیا۔ آپؐ نے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ریاستی نظام کو چلانے کے لیے بہترین طریقے اور اصول وقواعد عطا کیے۔ آپؐ نے بین الاقوامی تعلقات میں بے مثال اسوہ چھوڑا۔ آپؐ سے پہلے بھی بہت بڑی بڑی ہستیاں دُنیا میں آئی ہیں۔ تاریخ کو زیروزبر کرنے والے فلسفی آتے رہے۔ دُنیا کو فتح کرنے والے سکندر اعظم، خسرو، سائرس، ذوالقرنین آئے۔ واعظین بھی آئے ہیں۔ بنی اسرائیل کے لیے نجات دہندہ گان بھی بہت آئے ہیں۔ لیکن آپؐ جیسا نہ کل کوئی تھا، نہ آج ہے اور نہ ہی تاریخ انسانی میں دوبارہ کوئی آئے گا۔ یہ تو صرف آپؐ ہی کی ذاتِ اقدس ہے جس میں بیک وقت تمام تر صفات اور خوبیاں موجود ہیں۔ آپؐ واعظ بھی تھے اور داعی بھی، آپؐ مدرس بھی تھے اور مسجد نبوی کے امام بھی، آپؐ جرنیل بھی تھے اور جسٹس بھی، آپؐ مربی بھی تھے اور مزکّی بھی، آپؐ عابد بھی تھے اور مجاہد بھی، آپؐ مبلغ بھی تھے اور مقرر بھی، آپؐ ماہر نفسیات بھی تھے اور ماہر طب بھی۔ یہ سب صفتیں رسول اللہ ﷺ کی ذات میں جمع تھیں۔

حضور ﷺ صحابہؓ کی ایسی جماعت وجود میں لائے جو ہر آن اور ہر وقت اللہ، اس کے دین اور اس کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر مٹنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ آپؐ کے اشاروں پر جان کی بازی لگانے کی منتظر رہتی تھی۔ اور ایک ہمارا عشق رسول ہے جو صرف زبان کی حد تک اور وہ بھی ربیع الاوّل کے مہینے میں جاگتا ہے۔ لہٰذا ہر سال کی طرح اس سال بھی سیرتِ رسولؐ کے حوالہ سے پورے ملک میں جگہ جگہ جشنِ عید میلادالنبیؐ کے نام سے جلسے جلوس ہوں گے، جن میں جہاں کچھ اچھی باتیں سننے کو ملیں گی تو کچھ غیر شرعی حرکات بھی ہوں گی۔ یہ ہے ہمارا عشق رسول۔ اور ایک تھا صحابہؓ کا عشق رسولؐ جو آپؐ کے وضو کا پانی بھی گرنے نہیں دیتے تھے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے نام لیوا ہیں، اکثر مسلمانوں کے نام کا آغاز ہی محمد یا احمد سے ہوتا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت اور ادا اپنانے کے روادار نہیں ہیں، بلکہ آج تو ہماری حالت یہ ہے کہ آپؐ کے طریقوں کو اپنانے میں ہم عار محسوس کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرے میں صالح اور نیک افراد بھی موجود ہیں لیکن بحیثیت مجموعی ہمارا معاشرہ اسوۂ رسولؐ سے بہت دور پڑا ہے، اسلام سے دوری اور بگاڑ کی روش عام ہے۔ ہر طرف بے حیائی ہے، عریانی ہے، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی اباحیت سے پورا معاشرہ بالخصوص ہماری نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ ہر طرف بے ایمانی ہے، بدعہدی ہے، بدامنی ہے۔ نہ کسی کی جان محفوظ ہے اور نہ کسی کی عزت وآبرو سلامت ہے۔ ہماری معیشت سود پر استوار ہے۔ ہمارا ایک ایک نوالہ اور ایک ایک گھونٹ سودی آمیزش سے لت پت اور غبار آلود ہے۔ منڈی اور مارکیٹ میں لوٹ مار جاری ہے۔ ذخیرہ اندوزی بہانگ دہل ہو رہی ہے۔ جگہ جگہ سٹہ بازی اور جوئے کے اڈے برسرعام سرگرم ہیں۔ ہماری سیاست کُل کی کُل غیر اللہ کی حاکمیت کے تصور پر مبنی ہے۔ عدل وانصاف عنقا ہے۔ طبقاتی تفریق سے معاشرے کی چولیں ہل رہی ہیں۔ ان سب کے باجود ہم خود کو ''محمدیؐ'' کہتے اور کہلواتے ہیں، آخر کیا نسبت ہے ہماری حضور نبی اکرم ﷺ سے۔

ہر سال ربیع الاول کے مہینہ کو بڑے شوق اور جوش وخروش سے منانا اپنی جگہ ہے لیکن کیا کبھی ہم عملی طور پر بھی حضور ﷺ کا اتباع کریں گے۔ دین تو نام ہے اس بات کا کہ حضور ﷺ کی اتباع کی جائے یعنی حضور ﷺ کی زندگی کے مقصد کو اپنا مقصد بنایا جائے، آپؐ کے مشن، آپؐ کے غم اور آپؐ کی تڑپ کو اپنا مشن، اپنا غم اور اپنی تڑپ بنایا جائے، وگرنہ اس کے بغیر سب نرے عشق کے دعوے ہیں ۔

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اِسی میں ہو اگر خامی تو بہت کچھ نامکمل ہے

آپؐ نے انسانیت کی شرف ومجد کو برقرار رکھنے کے لیے ایک ایسا نظام عدل وقسط عطا فرمایا، جس میں معاشرتی مساوات تھی، معاشی عدل تھا اور سیاسی لیول پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کے احکام بالفعل غالب ونافذ رہے۔ نبی کریم ﷺ کے نام لیواؤں کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپؐ کے برپا کردہ اس عظیم نظام کے قیام کے لیے اپنی صلاحیتیں لگائیں۔ آیئے، یہ عہد تازہ کریں کہ ۔

جو چلنا ہے محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ چلنا ہے
ابد تک گونجنے والی صدا کے ساتھ چلنا ہے
چراغوں کی طرح جلنا ہے اِن تاریک راہوں پر
نہ بجھنے کی قسم کھا کر ہوا کے ساتھ چلنا ہے

نبی اکرم ﷺ کی مرکزی قیادت دنیوی و اُخروی کامیابی کی ضمانت

ضمیر اختر خان

مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کے حوالے سے ایک مفروضہ ہر خاص و عام کے ذہن پر سوار ہے کہ اس کا سبب قیادت کا فقدان ہے۔ عالم اسلام کو ہر محاذ پر پسپائی کا سامنا صرف اس لیے ہے کہ وہ قیادت کے قحط میں مبتلا ہے۔ اس مغالطے کا بڑے بڑے دانشور شکار ہیں اور وہ منتظر ہیں کہ کوئی مرد از غیب آئے گا، تب ہی اس امت کی اصلاح کا کام ہو سکے گا۔ اس طرح کا خیال محض دھوکہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم مسلمانوں کے پاس تو دائمی قیادت نبی اکرم ﷺ کی صورت میں موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی میں ملت اسلامیہ کے پاس وہ زندہ قیادت اور مرکزی قائد اور مکمل نمونہ عمل (Perfect Role Model) شخصیت موجود ہیں، جن سے تمدن انسانی کی وہ فطری ضرورت بہ تمام و کمال اور بغیر تصنع و تکلیف پوری ہوتی ہے، جس کے لیے دوسری قوموں کو با قاعدہ تکلف و اہتمام کے ساتھ شخصیتوں کے بت تراشنے اور ہیرو (Heroes) گھڑنے پڑتے ہیں۔ مزید براں دنیا کی دوسری اقوام تو ''می تراشد فکر ما ہر دم خداوند دیگر'' کے مصداق مجبور ہیں کہ ہر دور میں ایک نئی شخصیت کا بت تراشیں، لیکن ملت اسلامیہ کے پاس ایک دائم و قائم مرکز موجود ہے، جو اس کے ثقافتی تسلسل (Cultural Continuity) کا ضامن ہے۔ مسلمانوں کی حیات ملی کی اصل شیرازہ بندی، ان کے درمیان اتحاد و اتفاق اور یک جہتی و ہم رنگی صرف رسول کریم ﷺ کے ساتھ مضبوط اور مستحکم تعلق کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ ایک طرف آپ ﷺ کا ادب، آپ کی تعظیم و توقیر، آپؐ سے محبت و عشق اور آپ کے مقام و مرتبے سے آگاہی بے حد ضروری ہے۔ دوسری طرف ہر اس قول و فعل یا رویے اور برتاؤ سے کامل اجتناب لازم ہے کہ جس سے ادنیٰ ترین درجے میں بھی گستاخی یا تحقیر و توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ گویا معاملہ بہت نازک ہے۔ اسی لیے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 7 میں فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ﷺ ہیں''۔ یہ خطاب صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی سے نہیں بلکہ تا قیام قیامت پوری امت مسلمہ سے ہے۔

اگر امت مسلمہ کی وسعت اور پھیلاؤ پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی ''مرکزیت'' ہی کا ثمرہ ہے کہ مشرق اقصیٰ سے لے کر مغرب بعید تک پھیلی ہوئی قوم میں نسل و لسان کے شدید اختلاف اور تاریخی و جغرافیائی عوامل کے انتہائی بعد کے باوجود ایک گہری ثقافتی یک رنگی (Cultural Homogeneity) موجود ہے۔ اس کیفیت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا کامل اتباع بھی کیا جائے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایک ہے حضور ﷺ کی اطاعت اور ایک ہے اتباع۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اطاعت دراصل اس رویہ کا نام ہے کہ جو حکم ملے اسے پورا کر دیا جائے، جبکہ اتباع کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حضور ﷺ کی نشست و برخاست، گفتگو، رہن سہن، وضع قطع، نجی و مجلسی زندگی کا پورا نقشہ جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر اختیار کرنے کا نام اتباع ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں علیحدہ علیحدہ قیادتوں اور علاقائی شخصیتوں کو حد سے زیادہ نہ ابھاریں، تا کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت ہر ملک میں نمایاں رہے اور دوسری شخصیات چاہے وہ علماء و مشائخ ہوں یا سیاسی زعماء و قائدین ہوں وہ سب نبی اکرم ﷺ کی شخصیت سے پیچھے ہی نہیں بہت پیچھے رہیں۔ اس سے ہماری وحدت ملی قائم رہے گی۔

فی زمانہ امت مسلمہ میں ضعف و اضمحلال کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کامل و اکمل ذات گرامی کی بجائے مختلف شخصیات کو Ideal کے طور

قول فیصل

پر اختیار کر لیا گیا ہے۔ جس سے وحدت ملت کی جڑیں کمزور ہونا فطری بات تھی۔ اب چونکہ مسلمان دنیا میں ایک امت کی حیثیت سے نہیں ہیں بلکہ مسلمان اقوام ہیں تاہم پھر بھی روئے زمین کی تمام مسلمان اقوام کو معیار قیادت ایک ہی رکھنا چاہیے اور وہ ہے ذات محمد ﷺ فداہ ابائنا و امھاتنا۔

مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کے مرکز کی حیثیت آنحضور ﷺ کی دلآویز اور دلنواز شخصیت کو حاصل ہے، جن کے اتباع کے جذبے سے اس ہیئت اجتماعی کو ثقافتی یک رنگی نصیب ہوتی ہے اور جن کی محبت کے رشتے سے اس کے افراد ایک مرکز سے وابستہ رہتے ہیں اور باہم دگر جڑے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں علامہ اقبال اور قائداعظم کو جو پذیرائی ملی ہے وہ بھی نبی ﷺ سے ان دونوں کی والہانہ محبت کا نتیجہ ہے۔ اقبال کا عشق رسول ﷺ کا جذبہ تو بالکل عیاں ہے۔ وہ جس طرح نبی ﷺ کا ذکر مبارک سنتے ہی پگھل جاتے تھے اس سے اکثر لوگ واقف ہیں، البتہ قائد کے بارے میں کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ بھی محبت و عشق رسول ﷺ کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ڈاکٹر صفدر محمود نے دو معتبر راویوں، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (تحریک پاکستان کے چوٹی کے قائد، محمد علی جناح کے دست راست، مملکت خداداد پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز پانے والے رہنما اور راسخ العلم جید عالم دین) اور چوہدری فضل حق (سابق آئی جی بلوچستان، سندھ، پنجاب اور وفاقی سیکرٹری داخلہ) کے حوالے سے قائد کی انگلستان سے ہندوستان واپسی کا سب سے بڑا سبب ہی یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں خواب میں حکم دیا تھا کہ ''محمد علی واپس ہندوستان جاؤ اور وہاں کے مسلمانوں کی رہنمائی کرو''۔ قائداعظم جلاوطنی ختم کر کے واپس آئے اور مسلم لیگ کے تن مردہ میں روح پھونکی اور مطالبہ پاکستان پر ڈٹ گئے اور ملت اسلامیہ ہند کی کشتی کو پار لگانے میں ان کی رہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ (روزنامہ جنگ، 29 ستمبر 2011ء) فجزاہ اللہ عن جمیع المسلمین۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم کی بجا آوری کے لیے ہی قائد بظاہر ایک ناممکن الحصول مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہندوستان آگئے تھے۔ جس کا اعتراف انہوں نے بعد میں ان الفاظ میں کیا تھا جس کے راوی قائد کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''ایک دن ہم نے خود قائد کو بولنے کی دعوت دی تو وہ گویا ہوئے: تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن

چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہ کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔“

(روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)

قیام پاکستان کے بعد لیاقت علی خان جیسے مخلص اور دیانت دار شخص کو قائد نے وزارت عظمیٰ کا قلم دان سپرد کیا۔ وہ اسلام اور پاکستان کے شیدائی اور وفادار تھے۔ ملک وقوم کے لیے انہوں نے ایثار کی ایسی روشن مثال قائم کی جو ان کے بعد ڈھونڈے نہیں ملتی۔ وہ تیس گاؤں کے مالک تھے۔ پاکستان کے وزیر اعظم ہونے کے باوجود انہوں نے نہ ہی کوئی Claim داخل کیا اور نہ ہی زمین الاٹ کرائی حتیٰ کہ جب انہیں شہید کیا گیا تو پاکستان میں ان کے پاس سر چھپانے کو چھت بھی موجود نہ تھی۔ بہر حال انہیں بھی ہم ملی نہیں قومی سطح پر ایک اچھا لیڈر تسلیم کریں گے اور خراج تحسین پیش کریں گے لیکن آج ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو قابل تقلید قائدین کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جو کسی بھی اعتبار سے اسلامی معیار قیادت پر پورے نہیں اترتے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی مثال لیجیے۔ ساٹھ کی دہائی میں ذوالفقار علی بھٹو بطور سیاسی قائد منظر عام پر آئے۔ انہوں نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز تو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی کابینہ میں شمولیت سے کیا تھا مگر بعد میں اپنی علیحدہ سیاسی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی قائم کر لی اور پورے جوش وجذبے کے ساتھ سیاسی سفر پر روانہ ہوئے۔ بھٹو صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک متحرک شخصیت سے نوازا تھا، جس کا انہوں نے بھرپور استعمال کیا اور پاکستان کے سیاسی افق پر آب وتاب کے ساتھ نمودار ہوئے اور تھوڑے وقت کے لیے چھا گئے۔ انہوں نے عوام میں بیداری پیدا کی اور ان کے اندر اپنے حقوق کی بازیابی کا شعور اجاگر کیا۔ ان کا مشہور نعرہ روٹی، کپڑا اور مکان غریب مزدوروں، مزارعوں اور ہاریوں کے دلوں کی آواز بن گیا یہ اور بات ہے کہ یہ آواز یہ آرزو یا تو مر گئی یا خام رہ گئی اور غریب مزدور، مزارع اور ہاری کی قسمت نہ جاگی۔ اس دوران ان کے چاہنے والوں نے انہیں قائد عوام کا خطاب بھی دیا۔ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد گزشتہ تین عشروں سے قوم کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ وہ ہمارے لیے واحد Ideal ہیں۔ حالانکہ اُن کی شخصیت تو قومی سطح پر بھی متنازعہ تھی لہٰذا بحیثیت مسلمان ہمارے لیے اصل اور حقیقی قائد ورہنما زندگی کے ہر شعبے میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو یہ مقام نہیں دیا جا سکتا کہ لوگوں کو اس کی تقلید کی دعوت دی جائے۔ بقول اقبال ؎

یہ زائرانِ حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں!

بھٹو صاحب تمام تر صلاحیت وقابلیت کے باوجود یقیناً ایک متنازعہ شخصیت تھے۔ انہوں نے جمہوریت اور اشتراکیت (Socialism) کو جس طرح اسلام کے مقابل لا کھڑا کیا تھا، اس سے کوئی مسلمان اتفاق نہیں کرے گا۔ ان کے بعد ان کی صاحبزادی کو ان کے مقام پر بٹھایا گیا۔ وہ رخصت ہوئیں تو اب وہ بھی Ideal کے طور پر پاکستانیوں کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔ وہ بھی کسی طرح مسلمان خواتین کے لیے لائق تقلید نہیں ہو سکتیں۔ مسلمان خواتین کے سامنے تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنھن اور دیگر صحابیاتؓ کا اسوہ موجود ہے۔ کسی اور کی طرف انہیں دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس خیال کو یکسر مسترد کرنا چاہیے کہ ان کے ہاں قیادت کا فقدان ہے۔ حسن نثار صاحب نے بالکل درست لکھا ہے کہ ”ایسی سوچ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے کہ مسلمانوں کو تو صدیوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کی زندہ قیادت نصیب ہے۔ ایسی مکمل، بھرپور اور جامع قیادت جو اس کرۂ ارض پر بنی نوع انسان کی تاریخ میں نہ کبھی کسی قبیلے، قوم، گروہ کو پہلے نصیب ہوئی، نہ آئندہ ہو گی۔ انسانی تاریخ میں انتہائی عالی شان شخصیات پوری آن بان سے موجود اور محفوظ ہیں لیکن یہ سب کے سب یکجہتی یعنی "Single Dimensional" لوگ تھے۔ ہم صدیوں سے اپنے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں، ہم صدیوں سے خود کو مسلسل دھوکہ دے رہے ہیں کہ ہم مسلمان قیادت کے قحط کا شکار ہیں، حالانکہ ہم جیسی قیادت تو کسی کے پاس موجود ہی نہیں۔ دنیا کا کوئی شخص انسانی زندگی کا کوئی ایک پہلو ایسا بتائے، جس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایات موجود نہ ہوں۔ پھر بھی اگر کوئی کہے کہ ہم مسلمانوں کے پاس قیادت کی کمی ہے، تو ہم سے بڑا دروغ گو، یا منافق کوئی نہیں۔ نبی کریم ﷺ جیسا قائد، آپؐ جیسی قیادت، ایسی مکمل بھرپور، کثیر الجہت اور جامع قیادت تو تاریخ انسانی کے کسی مرحلے پر کسی کو بھی نصیب ہی نہیں ہوئی تو آئندہ قیادت کے فقدان اور قحط کا ماتم کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا، اپنے گریبان میں گہرا جھانک لینا کہ کہیں ہم خود ہی تو مجرم نہیں؟“

آیئے! حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں، تاکہ دنیا کی ذلت سے نجات ملے اور آخرت کی رسوائی سے بھی بچ سکیں۔ بقول اقبال ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا! لوح وقلم تیرے ہیں

دعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ سکھر کی مقامی تنظیم شاہ پنجو کے امیر نور محمد لاکھیر کے چھوٹے بھائی انتقال کر گئے
- حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم گڑھی شاہو کے مبتدی رفیق سرفراز احمد کی نانی جان وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی واپڈا ٹاؤن لاہور کے رفیق محمود ظفر کا جواں سال نواسہ مرزا محمد نوید فیضان گزشتہ دنوں کمرے میں گیس ہیٹر کی وجہ سے آگ لگ جانے سے انتقال کر گیا ہے
- ڈیرہ اسماعیل خان کے رفیق تنظیم نعمت اللہ خان (حال پنجاب شمالی) کے بڑے بھائی امان اللہ خان بقضائے الٰہی وفات پا گئے
- ڈیفنس تنظیم کے ملتزم رفیق جناب محمد امین کی بہن کا گزشتہ ہفتہ ہنگو میں انتقال ہو گیا
- تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے دیرینہ رفیق یعقوب عمر انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (جوہر 2) کے رفقاء کلیم احمد کے والد اور امین الدین کی والدہ رحلت فرما گئیں
- تنظیم اسلامی میر پور کے امیر علی اختر اعوان کے تایا وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی جہلم کے ناظم بیت المال حکیم محمد اشفاق کی اہلیہ انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین ورفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك
وحاسبھم حسابًا یسیرًا

ہمارے تو صرف دستور میں لکھا ہوا ہے، طالبان نے اسلام عملاً نافذ دکھایا

جب تک پاکستان کے جوہری ہتھیاروں پر ہاتھ نہیں پڑے گا، اُس وقت تک مشرق وسطیٰ میں ایک بڑی تبدیلی متوقع نہیں

امریکہ، انڈیا اور اسرائیل طالبان افغانستان اور پاکستان کا براہ راست تصادم کرانا چاہتے ہیں

ہمارا سیکولر طبقہ ملک دشمن ہے اور غیروں کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہا ہے

عالم عرب میں تبدیلی کی لہر کا زیادہ محرک امریکہ دشمنی ہے

طالبان کا دس برس تک ڈٹے رہنا اور پوری دنیا کو شکست دینا معجزے سے کم نہیں، اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے

”ملک کی نظریاتی بنیاد مضبوط کیے بغیر انڈیا سے روابط قومی خودکشی کے مترادف ہے“

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا ہفت روزہ ندائے ملت کو دیے گئے انٹرویو کا مکمل متن

گزشتہ دنوں ہفت روزہ ندائے ملت لاہور کے نمائندہ نے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ سے انٹرویو کیا۔ جس میں امیر تنظیم اسلامی نے ملکی و عالمی حالات خصوصاً پاکستان، افغانستان اور مشرق وسطیٰ کی صورتحال اور اسلام کے حال و مستقبل کے حوالے سے تفصیل سے اظہار خیال کیا۔ یہ انٹرویو متذکرہ رسالہ کی اشاعت بابت 19 تا 25 جنوری 2012ء میں شائع ہوا۔ جسے قارئین ندائے خلافت کے مطالعے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ندائے ملت: اس وقت پاکستان میں حکومت اور عدلیہ کے درمیان محاذ آرائی چلی آ رہی ہے۔ ملک کی داخلی اور سیاسی صورتحال کے تناظر میں آپ کے نزدیک اس سے ملک کو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

حافظ عاکف سعید: اس محاذ آرائی کے حوالے سے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ انتہائی تشویش ناک بھی ہے اور انتہائی شرمناک بھی ہے۔ کیونکہ اگر عدلیہ کا بھی پاس نہ کیا گیا تو ملک کے اندر انصاف اور خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ پھر تو ہر سطح پر قانون شکنی اور قانون کی بے حرمتی شعار بن جائے گا اور خاص طور پر ان حالات میں جبکہ بھارت، امریکہ، نیٹو سب پاکستان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو ختم کرنا ان کا آخری ہدف ہے۔ وہ پاکستان کے ساتھ بدترین دشمنی کرتے آئے ہیں اور بدترین دشمنی پر اُترے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں ملک کے اپنے اداروں کا آپس میں باہم دست و گریباں ہونا شرمناک صورتحال ہے اور کسی المیہ سے کم نہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ عدلیہ کے ساتھ جو کھیل کھیلا جا رہا ہے اور جو مذاق کیا جا رہا ہے وہ کوئی ایک آدھ واقعہ نہیں بلکہ یہ تو پوری تاریخ ہے اور آپ اس کی کتنی ہی وجوہات بیان کر لیں لیکن حقیقت تو اپنی جگہ رہتی ہے کہ عدلیہ کے ساتھ ایک مذاق چل رہا ہے اور مختلف انداز میں عدلیہ کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے، اس کا نقصان پاکستان کی بنیادوں تک پہنچتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حکومت کو ملکی مفاد سے کوئی غرض نہیں ہے۔ وہ اقتدار کے تحفظ کے لیے ہر حربہ چاہے وہ صحیح ہو یا غلط ہو اور چاہے اس سے ملک کی بنیادوں کو نقصان پہنچتا ہو، استعمال کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہی المیہ ہے۔ یہی تو بات ہے جس پر غور کیا جانا چاہیے۔

ندائے ملت: اس صورتحال میں ممکنہ طور پر پاکستان کو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

حافظ عاکف سعید: نقصان تو سب دیکھ ہی رہے ہیں۔ جب عدلیہ کی بے توقیری ہو گی اور عوام کو ان کے حقوق نہیں ملیں گے جو کہ عدلیہ کے ذریعے، انصاف کے ذریعے ہی عوام کو ملتے ہیں اور حکومت کو اپنی جیبیں بھرنے سے دلچسپی ہو گی تو اس صورتحال میں عدلیہ کی بے توقیری کا سارا نقصان عوام کو اُٹھانا پڑے گا۔ ملک اس سے کمزور سے کمزور تر ہو رہا ہے۔ ادارے غیر مستحکم ہو رہے ہیں بلکہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ ملکی مفادات کی بجائے ذاتی اور سیاسی مفادات پر فوکس کرنا، یہ اصل بیماری ہے۔

ندائے ملت: بہت سے معاملات ہیں جو حل طلب ہیں اور قوم ان میں پھنسی ہوئی ہے اور اب پنجاب کی لسانی تقسیم کا شوشہ اُٹھایا جا رہا ہے اور ایم کیو ایم نے اس کی بھرپور وکالت بھی شروع کر دی ہے۔ بہت سی سیاسی جماعتیں اس سلسلے میں دفاعی پوزیشن پر کھڑی ہو گئی ہیں۔ آپ کے خیال میں اس مطالبے کا کیا پس منظر ہو سکتا ہے اور لسانی تقسیم پنجاب تک کیوں محدود کی

جارہی ہے اور اگر پنجاب تقسیم ہوجاتا ہے تو کیا یہ چیز آگے چل کر دوسرے صوبوں کی تقسیم اور مشکل صورتحال کا سبب بنے گی؟

پاکستان اور بالعموم خطے کے بارے میں آپ کیا تجزیہ کریں گے؟

حافظ عاکف سعید: امریکہ اور پاکستان کے تعلقات

مشرق وسطیٰ میں امریکی مداخلت برقرار رہے گی، تاکہ اصل اسلام کی جانب پیش قدمی نہ ہو، تبدیلی پرو اسلامک ہوگی یا نہیں، یہ کہنا قبل از وقت ہے

حافظ عاکف سعید: آپ کا سوال بہت اہم ہے۔ دیکھیں جی! ملک کے اندر صوبے بنانا، ان کا سائز چھوٹا کرنا اپنی جگہ ایک انتظامی ضرورت ہوسکتا ہے، اس کے فوائد بھی ہوسکتے ہیں اور میں اپنے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی مثال دوں گا۔ وہ بھی اس بات کی حمایت میں تھے کہ پاکستان کے اندر ایک توازن اور انصاف کی فضا لانے کے لیے چھوٹے صوبے بنانا ایک بہتر عمل ہوگا اور انتظامی طور پر بھی عوام کے لیے اس میں سہولت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر یہ صوبے بنائے تھے تو کس نے بنائے تھے۔ انگریزوں نے بنائے تھے۔ تو یہ کوئی ''مقدس گائے'' تو نہیں ہے لیکن ٹھنڈے دل سے سوچ بچار کرکے اور پوری قوم کو اعتماد میں لے کر یہ قدم اُٹھانا چاہیے۔ نارمل حالات میں پاکستان کی نئی تشکیل میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن بدترین حالات میں جیسے آپ نے بات کہی ہے یہ یقینی طور پر پاکستان کے لیے انتہائی نقصان کا باعث ہے۔ اس وقت ایسا ایشو اُٹھانا اپنی جگہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایشو اُٹھانے والے قوم و ملک کے مخلص نہیں۔ یہ کچھ اور ہی عزائم اور کچھ اور ہی ایجنڈا ہے جو اس معاملے کے پیچھے کارفرما نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سازشوں سے اس ملک کو بچائے جو بین الاقوامی سطح پر ہورہی ہیں اور ہمارے اپنے ہی لوگ غیروں کے آلۂ کار بن رہے ہیں۔

ندائے ملت: پاک فوج نے اس وقت نیٹو کی جارحیت پر جو مؤقف اختیار کیا ہے اور اس سلسلے میں بہت ساری اقتصادی اور دیگر پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فوج اور قوم اس معاملے میں کسی قسم کا جھول پسند نہیں کررہی اور سیاست دانوں کا رویہ یہ ہے کہ اس معاملے کو جلد از جلد تعلقات کے اعادے کی شکل میں مکمل کیا جائے۔ آپ اس سارے معاملے کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مستقبل میں بالخصوص میں سلالہ چیک پوسٹ پر امریکہ اور نیٹو کی فائرنگ اور فضائی حملہ کے بعد کی صورتحال میں جو چیز نمایاں ہوکر سامنے آئی وہ یہ ہے کہ وہ باہمی تعاون پہلے چل رہا تھا، اب ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ برقرار نہیں ہے اور دونوں ممالک ٹھٹھک کر کھڑے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام اس سے بہت پہلے ہوجانا چاہیے تھا، جبکہ اندھوں کو بھی نظر آرہا تھا کہ امریکہ ہمارا دوست نہیں ہے اور ہم اس کی جنگ لڑکر کوئی خیر نہیں حاصل کررہے۔ اصولی طور پر بھی اگر ہم مسلمان ہیں تو مسلمانی کا رتی بھر تقاضا تو پورا کریں۔ ہم اس جنگ میں، عالمی سطح پر سب سے بڑی ظالم قوت کا ساتھ دے رہے ہیں، اُن کے خلاف جو سب سے زیادہ مظلوم ہیں، جو واقعی مخلص مسلمان تھے۔ طالبان افغانستان جو حقیقتاً دین کے ساتھ مخلص اور اللہ کے وفادار تھے، ہم سے لاکھ درجے بہتر مسلمان تھے۔ ہمیں بہت جلد نظر آگیا تھا کہ یہ امریکہ کے اپنے مفاد کی جنگ ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں پہلے دن سے کوئی شک نہیں تھا۔ ہمیں بار بار یہ باتیں سنائی جارہی تھیں کہ امریکہ کی دوستی اس کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔ امریکہ پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاسکتا اور ہم پھر بھی اس پر بھروسا کرتے رہے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے ہمیں یاددہانی ہوتی رہی کہ روس کے خلاف افغان وار میں ہم نے اپنا کام ختم ہونے کے بعد تمہیں بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا لیکن اس دفعہ ایسا نہیں ہوگا، ہماری دوستی اب مستقل بنیادوں پر ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ تاریخ نے اپنے آپ کو کس طرح دہرایا ہے۔ یہ تو بہت پہلے نظر آرہا تھا کہ امریکا ہمارا دوست نہیں ہے، بدترین دشمن ہے اور ہمیں اس کے ساتھ تعاون نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ اللہ اور اس کے دین کے ساتھ بھی بے وفائی اور غداری تھی اور پاکستان کے عوام کے ساتھ بھی بے وفائی تھی جو ہم نے صرف امریکہ کی خاطر کی۔ اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے معاملات سامنے آئے ہیں کہ اگر حکومت کے اندر ملک وقوم کے لیے ایک فیصد بھی اخلاص ہے تو اس معاملے میں اسے بھی فوج کا ساتھ دینا چاہیے اور صاف کہہ دینا چاہیے کہ اب امریکہ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ معاملہ پہلے ہی بہت لیٹ ہوا ہے۔ یہ بہت پہلے ہوجانا چاہیے تھا۔ 10 برس تک آپ نے ناانصافی اور ظلم وجبر کا ساتھ دیا اور بے گناہوں کا خون بہایا ہے، چاہے وہ لوگ اپنے ملک کے ہوں یا دوسرے ممالک کے ہوں اور ان پر امریکہ کو خوش کرنے کے لیے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ یہ چیز تو اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی تھی اور اس ملک کے ساتھ بھی غداری تھی۔ چنانچہ یہ کام بہت پہلے ہونا چاہیے تھا۔ اب بھی اگر ہم نے آنکھیں نہ کھولیں تو عبرت ناک عذاب ہمارا منتظر ہے۔ خطے کے حوالے سے آپ نے سوال کیا۔ میں حیران ہوں کہ ہم لوگ آنکھیں بند کرکے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ افغانستان کے معاملات کے حوالے سے ہم بے خبر کیوں ہیں۔ کیا ہم کوئی سبق سیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں؟ کیا یہ حقائق ہمارے سامنے نہیں ہیں کہ وہ جو نہتے تھے، جنہوں نے امریکہ کے ظلم وستم کے سامنے جھکنے سے انکار کیا تھا وہ آج سرخرو ٹھہرے ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے وفادار تھے۔ جونہی اللہ نے انہیں اقتدار دیا انہوں نے شریعت نافذ کردی اور دین کی بالادستی قائم کردی۔ ہمارے تو صرف دستور میں لکھا ہوا ہے لیکن انہوں نے اسلام عملاً نافذ کرکے دکھا دیا۔ ہمارے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ ملک میں قرآن وسنت کی بالادستی ہوگی، لیکن نیچے ''سو فیصد'' منافقت ہے۔ وہ چند ہزار نہتے طالبان تھے جنہوں نے یہ کارنامہ کردکھایا۔ میں یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ افغانستان کی جنگ افغانوں نے بطور قوم نہیں لڑی ہے۔ یہ چند ہزار طالبان تھے جنہوں نے امریکہ اور نیٹو کے متحدہ لشکر کا مقابلہ کیا اور انہیں ناکوں چنے چبوائے، ورنہ افغانستان کا بہت بڑا حصہ اور بہت بڑی آبادی طالبان کے خلاف تھی۔ امریکہ ان پر الزام لگاتا ہے کہ آئی ایس آئی نے ان کی مدد کی تھی۔ لیکن کہیں سے کوئی مدد نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ اب تک کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرسکا ہے کہ طالبان کی کوئی اس قسم کی مدد کی گئی ہو، انہیں کوئی اسلحہ سپلائی کیا گیا ہو۔ اگر امریکہ کو ایک بھی ثبوت مل جاتا تو وہ آسمان سر پر

اُٹھا لیتا۔ اس کے باوجود طالبان کا امریکہ کے سامنے "Survive" کرنا اور کھڑے رہنا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اب دنیا کہہ رہی ہے کہ نہتے طالبان کے ہاتھوں امریکہ اور نیٹو کو شکست ہو چکی ہے۔ یہ ہم نہیں کہہ رہے یہ وہ خود کہہ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چند ہزار وفادار طالبان کے ہاتھوں یہ کچھ کروا سکتا ہے، تو وہ دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد بھی کر سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ ہم اللہ پر بھروسا اور اُس کے دین کے ساتھ وفاداری کریں۔ پاکستان تو اسلام کے نام پر بننے والا ملک ہے اور ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے ایٹمی قوت بھی عطا کی ہے۔ ہمیں تو ایک دن کے لیے بھی امریکہ کے آگے جھکنا نہیں چاہیے تھا۔ لیکن اصل کمی ایمان کی ہے۔ اب کیسے ہم اپنے حالات بدل سکتے ہیں۔ اگر ہم نے کوئی سبق سیکھے بغیر کہیں اور سے راستہ نکالنے کی کوشش کی تو پھر گویا ہم نے طے کر لیا کہ ہم نے اپنی آنکھوں کی پٹی نہیں کھولنی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخی جرم ہوگا۔ اِن سارے معاملات سے سبق سیکھتے ہوئے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ کیا ہے؟ یہ کہ امریکہ کی اس جنگ سے مکمل علیحدگی اختیار کی جائے اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری اختیار کی جائے۔

> نظریہ پاکستان پر ہی ضرب لگی تو پھر پاکستان کے وجود کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔
>
> پھر ہمیں مل کر ایک ''مہابھارت'' بن جانا چاہیے

ندائے ملت: عالم عرب میں ایک بے چینی پائی جا رہی ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں جمہوریت کے نام پر ہی ووٹوں کے ذریعے اسلامی جماعتوں نے اکثریت حاصل کی ہے اور ان جماعتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عالم عرب کے لوگ ان کو اقتدار میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام کو دیکھنا چاہتے ہیں، اللہ کی شریعت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے الجزائر کے نتائج بھی دیکھے، مراکش اور تیونس کے نتائج بھی دیکھے اور اب مصر کے انتخابات بھی آپ کے سامنے ہیں، لیبیا میں جو لوگ بزورِ قوت آئے وہ بھی اسلامی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔ آپ کے خیال میں پاکستان کی دینی جماعتیں جو اپنے آپ کو اسلامی جماعتیں کہتی ہیں ان کو عوام میں وہ مقبولیت کیوں حاصل نہیں ہے جبکہ عالم عرب میں آج بھی شفاف الیکشن کروا دیئے جائیں تو اسلامی ذہنوں والے لوگ بڑی تعداد میں پارلیمنٹ میں پہنچ جائیں گے۔ آپ کے خیال میں پاکستان کی اسلامی جماعتوں میں ایسی کیا کمی ہے کہ ان کو پذیرائی نہیں ملتی؟

حافظ عاکف سعید: یہ معاملہ بہت گہرا ہے۔ اس کا تجزیہ آسان نہیں ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ اس وقت جو اپ رائز (Uprise) نظر آ رہا ہے اس کی سمت واقعی اسلام کی طرف ہے یا یہ ایک ردِ عمل کے طور پر ہے جیسے علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کہتے ہیں کہ ع مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے۔ نائن الیون کے بعد امریکہ کا مکروہ چہرہ چونکہ کھل کر سامنے آ گیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ثابت ہو گیا کہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے، اور عالم اسلام کے معاملے میں امریکہ سے بڑا جھوٹا، فریبی، مکار، عیار اور بد دیانت کوئی نہیں ہے اور امریکہ سمیت پورا مغرب اسلام اور عالم اسلام کے درپے ہیں۔ اسلام کو ہٹانا ان کا حتمی ٹارگٹ ہے اور جو حکومتیں امریکہ کے تعاون کے سہارے چلتی رہی ہیں وہ عوام کی نظروں میں نفرت کی مثال بنتی چلی گئیں۔ عالم عرب میں ایک خالص اسلامی تحریک میں نہیں دیکھ رہا بلکہ یہ تحریکیں حالات کی پیداوار ہیں اور ردِ عمل کا نتیجہ ہیں۔ شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں الیکشن وغیرہ کا ڈھونگ بھی نہیں رچایا جاتا، جیسے ہمارے ہاں رچایا جاتا ہے۔ لہٰذا ان کو آگے آنے کا موقع نہیں تھا۔ الیکشن جیسے ڈھونگ سے بھی عالم عرب کافی حد تک دور رہا ہے، جبکہ ہمارے ہاں ہماری دینی جماعتیں خوب الیکشن میں حصہ لے رہی ہیں۔ لہٰذا عالم عرب کے حکمرانوں کی جڑیں عوام کے اندر نہیں اُتر سکیں۔ اس لیے عالم عرب میں اس طرح کا معاملہ نہیں تھا اور اسلام کی نام لیوا جماعتیں آمروں کی بھی مخالف تھیں اور امریکہ سے بھی نفرت کرتی تھیں۔ یہ درحقیقت امریکہ دشمنی کا نتیجہ ہے اور امریکہ دشمنی کے حوالے سے بات اسلام کی طرف بھی آ جاتی ہے۔ امریکہ اسلام کا دشمن ہے اور عالم عرب کی جماعتوں کا اسلام کے ساتھ کچھ تعلق بنتا ہے، اس لیے ادھر ایسے حالات پیدا ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عالم عرب میں تبدیلی کی لہر کا زیادہ محرک امریکہ دشمنی ہے۔ بڑی طاقتیں ان حالات کو بھی اپنے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گی، تاکہ حالات ان کے قابو سے باہر نہ نکلیں اور تبدیل شدہ صورت حال میں بھی ان کی مداخلت اس خطے میں برقرار رہے اور اصل اسلام کی طرف پیش قدمی نہ ہو اور اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دے کر ان کو مطمئن کیا جا سکے۔ یہ کوشش مغربی طاقتوں کی رہے گی۔ لہٰذا پرو اسلامک تبدیلی آ سکے گی یا نہیں یہ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ لیکن اس کے لیے یقیناً ایک بنیاد پڑی ہے اور وہ حالات کا جبر تھا جو میں سمجھتا ہوں اس طرف سے آیا۔ میں تو اسے اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ندائے ملت: مشرق وسطیٰ سے پاکستان تک کا علاقہ امریکہ کے مطابق ''سنٹرل کمانڈ'' (CentCom) کا علاقہ کہلاتا ہے جس کی حد مصر سے شروع ہوتی ہے اور اس کا آخری کونہ پاکستان ہے، جس کا مرکز قطر میں ہے۔ مشرق وسطیٰ کے حالات اور پاکستان کے حالات اب اس نہج پر آ کر بڑی حد تک مماثلت اختیار کر چکے ہیں اور اس حوالے سے کہا جا رہا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں جس قسم کا انقلاب آیا ہے بنیادی طور پر یہ اسرائیل کو ''دعوت'' دینے کے لیے ہے۔ چونکہ حالات ایسے بن چکے تھے اور ایک خلا پیدا ہوا۔ ظاہر ہے، جنہوں نے اس خلا کو پر کرنا تھا وہ دینی جماعتیں تھیں۔ اب اس کو ہوّا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس صورت میں اسرائیل پیش قدمی کرے گا اور دنیا کی اقتصادیات پر مکمل قبضہ اور خلیجی ممالک کے تیل پر اپنا ہاتھ صاف کرے گا۔ کہا یہ بھی جاتا ہے کہ اسرائیل کے پاس امریکہ سے زیادہ جدید ٹیکنالوجی ہے اور اس معاملے میں پاکستان کے جوہری ہتھیار سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ پاکستان کی ''پراکسی وار'' کا تجربہ اسرائیل کو خوفزدہ کیے ہوئے ہے۔ افغانستان میں امریکہ اور نیٹو کا آنا ظاہر ہے مٹی کے پہاڑوں پر بمباری کرنے کے لیے تو نہیں تھا، کہا یہ جاتا ہے کہ اصل نشانہ تو پاکستان ہے۔ ان چیزوں کو بڑے بڑے عرب دانشور لنک بھی کرتے ہیں کہ جب تک پاکستان کے جوہری ہتھیاروں پر ہاتھ نہیں پڑے گا اس وقت تک مشرق وسطیٰ میں کوئی بڑی تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی۔ آپ ان خیالات اور تجزیوں کو کس نگاہ سے

دیکھتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: آپ نے ایک مربوط انداز میں ساری بات کو پیش کردیا، وہ تو ہے، البتہ افغانستان میں ان کا آنا کس مقصد کے لیے تھا؟ ٹارگٹ تو یقیناً پاکستان تھا لیکن اس سے پہلے ان طاقتوں کا افغانستان بھی یقینی ٹارگٹ تھا اور افغانستان بھی امریکہ کا نہیں بلکہ یہودیوں (اسرائیل) کا اصل ٹارگٹ تھا۔ اس لیے کہ انہیں جہاد کے لفظ اور جہاد کے عمل سے شدید خوف ہے جو افغانستان میں بڑی تیزی سے نشوونما پا رہا تھا اور طالبان کی اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ جہاد کو تقویت مل رہی تھی۔ عالم اسلام کے اندر جتنی بھی اسلامی تحریکیں برسرِپیکار ہیں وہ افغانستان کے اندر تربیت بھی حاصل کر رہی تھیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ روس کے خلاف امریکہ نے جہاد کو سپورٹ کیا تھا اور باقاعدہ جہادیوں کو بلایا گیا تھا، اس میں بھی ایک حد تک صداقت ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ افغانستان میں جو مجاہدین آئے تھے وہ خالص جہاد کی غرض سے آئے تھے اور خالص جہادی تھے، وہ بکاؤ مال ہرگز نہیں تھے۔ وہ اسی طرح آج بھی اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین کے ساتھ مخلص ہیں، جیسے کل تھے۔ امریکہ نے اپنا پینترا بدلا ہے۔ اس وقت امریکہ کو وہ جہاد سوٹ (فائدہ) کر رہا تھا لہٰذا وہ اِسے سپورٹ کر رہا تھا۔ اب یہ جہاد اُس کے خلاف ہے۔ لہٰذا اِسے ''دہشت گردی'' کہہ رہا ہے۔ بہرکیف ''جہاد کا جن'' بوتل سے نکل آیا تو اب اسرائیل، امریکہ اور مغرب کا جہادی قوتوں کو ختم کرنا ٹارگٹ نمبرون بن گیا ہے اور اس میں پاکستان کی بھی جہادی قوتوں کا خاتمہ شامل ہے۔ چنانچہ یہ سوات اور وزیرستان وغیرہ میں جو کارروائیاں ہوئی ہیں، وہ اصل میں جہادی قوتوں کو ختم کرنے کے لیے امریکہ کے ایجنڈے کا حصہ ہیں، تاکہ اسرائیل کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔ جہاد کو کچل دیا جائے اور جہاد کا نام لینے والوں پر وہ تشدد کیا جائے کہ ان کی نسلیں بھی آئندہ جہاد کا نام نہ لیں، یہ اصل ایجنڈا تھا۔ اب میں تو یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ ہمارے اربابِ اختیار نے یہ ایجنڈا بڑی دیانت داری سے پورا کیا ہے، لیکن دوسری طرف میں یہ بھی کہوں گا کہ امریکہ کو اور خاص طور پر اسرائیل کو جو سب سے بڑی ناکامی اس دور میں ہوئی وہ افغانستان میں ہوئی ہے۔ طالبان کی حکومت کو ختم کرنا ان کے خیال میں منٹوں کی بات تھی۔ یعنی طالبان کا خاتمہ کرنا اور جہاد کا افغانستان سے خاتمہ کر دینا لمحوں کی بات تھی، مگر وہ یہ کام نہیں کر سکے۔ وہ چاہتے تھے کہ پہلے وہ یہ کام کریں گے، پھر پاکستان کی طرف آئیں گے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور اللہ کی مدد طالبان کے ساتھ تھی۔ چنانچہ دس سال تک مزاحمت کرنے کے بعد اب وہ اس پوزیشن میں آچکے ہیں کہ الحمدللہ امریکی ان سے زچ ہیں اور نیٹو کو ٹف ٹائم مل رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ اور اسرائیل کی منصوبہ بندی جو بڑی کامیابی سے تکمیل تک پہنچ رہی تھی افغانستان میں آکر اُس کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔ اب یقیناً ان کے بھی تھنک ٹینک کام کر رہے ہوں گے کہ افغانستان سے ان کو کیسے نکلنا ہے۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مٹھی بھر طالبان ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ جو کچھ آج عالم عرب میں ہو رہا ہے، جو کچھ لیبیا میں ہوا، (فرانس لیبیا کے تیل پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے) اس سے لگتا ہے کہ عوام کا ساتھ دے کر مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سارے عوام نہ بھی ہوں، مگر ایک طبقہ جو ردعمل کے طور پر کھڑا ہوا ہے اُس کو سپورٹ کی جا رہی ہے۔ دراصل وہ چاہتے ہیں کہ سارے معاملات ان کے کنٹرول میں رہیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہاں اس قسم کی حکومتیں آرہی ہیں جن کا نسبتاً اسلام کی طرف رجحان ہے۔ بالآخر یہ ہو سکتا ہے کہ اسرائیل وہ بہانہ بنا کر سامنے آئے یا اس کو سامنے آنا پڑے۔ حالات اب اسی طرف جا رہے ہیں۔ آپ کے تجزیہ سے میں اتفاق کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی شکل بن سکتی ہے، البتہ یہ ضروری نہیں کہ سب کچھ یہودیوں کی پلاننگ کے مطابق ہو۔

> امریکہ اور اتحادیوں کی تمام تر کوششوں اور سازشوں کے باوجود افغانستان میں طالبان کی
>
> حقیقی اسلامی حکومت دوبارہ قائم ہوگی جو پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوگی۔ ان شاءاللہ

ندائے ملت: نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارا جو عسکری اور سیاسی کردار رہا ہے، اس کے نتائج اب ہمارے سامنے تباہی کی شکل میں آئے ہیں یعنی کسی پہلو سے بھی اس میں پاکستان کا اور پاکستانی قوم کا بھلا نہیں ہوا بلکہ نقصان ہی ہوا ہے۔ یہ نتیجہ تو نکل گیا ہے اور بڑی خوفناک شکل میں ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ آپ کے خیال میں اس کے ازالے کے لیے ہماری عسکری اور سیاسی قیادت کو اب کیا کرنا چاہیے؟

حافظ عاکف سعید: دیکھیں، اس کے لیے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں ایک بہت بڑا ''یوٹرن'' لینا ہوگا۔ ہم نے ایک یوٹرن 9/11 کے بعد لیا تھا کہ افغانستان کی اسلامی حکومت جس کو ہم نے تسلیم کیا تھا، کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا۔ حالانکہ ان پر کوئی جرم ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ آج تک کوئی جرم ثابت نہیں ہو سکا۔ حتیٰ کہ یہ لوگ جس واقعے کا القاعدہ کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں حقیقت دیکھی جائے تو وہاں کے لوگ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ القاعدہ اتنا بڑا منصوبہ بغیر کسی اندرونی مدد کے نہیں بنا سکتی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے جس کے اب ثبوت بھی مل رہے ہیں کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ایک سازش تھی۔ 9/11 کا اصل مجرم خود امریکہ ہے۔ بہرحال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت ہم نے یوٹرن لیا اور افغانستان کی اسلامی حکومت کے خلاف ایک جارح اور ظالم قوت کا جو ناحق افغانستان پر حملہ کر رہی تھی، ساتھ دے کر اسلامی حکومت کو ختم کیا اور افغان مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ یہ ایک بہت بڑا جرم تھا۔ یوٹرن کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے دین سے غداری پر تائب ہوں، اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول کرتا ہے، وہ توبہ جو اعترافِ گناہ کے ساتھ اور ندامت کے ساتھ کی جائے۔ ہمیں اپنی پچھلی کوتاہیوں اور گناہوں پر ندامت ہو، اس

> اسرائیل، امریکہ اور مغرب کا اصل ایجنڈا جہاد اور جہادی قوتوں کا خاتمہ تھا، تاکہ اسرائیل کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔ ہمارے حکمرانوں نے اِس ایجنڈا کو پوری دیانتداری سے آگے بڑھایا

کے بغیر توبہ توبہ نہ ہوگی۔ یاد رکھیے اللہ کے حضور سچی توبہ اور اسلام کی طرف پیش قدمی کیے بغیر ہمارے حالات کبھی نہیں بدلیں گے۔ توبہ کے لیے ہمیں حقیقی انداز اختیار کرنا ہوگا۔ قوم کے بڑے بیٹھیں، علماء اور دینی جماعتیں جو کچھ کرتی رہی ہیں، جنہوں نے پرویز مشرف کا ساتھ بھی دیا تھا اور 5 سال حکومت میں بھی رہیں وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں اور قوم کو بتائیں کہ اِس کوتاہی اور گناہ کے ازالے کے تقاضے یہ ہیں۔ یہ لوگ خود بھی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں اور قوم کو بھی اسی راستے کی طرف بلائیں۔ محض بڑے بڑے جلسے کرنے سے، نعرہ لگوا کر دفاع پاکستان کے حوالے سے مطمئن ہو جانا کہ قوم اُٹھ کھڑی ہوئی ہے، اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔ صاف نیت سے ہمیں یہ کام کرنا پڑے گا۔ یہ مانیں کہ ہم سے کوتاہی اور غلطی ہوئی۔ یہ جرم تھا اور جرم دینی اعتبار سے بھی تھا اور قومی اعتبار سے بھی تھا اور اب ہم کو اس کا ازالہ کرنا ہے۔ ازالہ کیا کرنا ہے؟ نوائے وقت کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں، ہر دوسرے تیسرے دن ان کے اداریے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ امریکہ کی اس جنگ سے نکلو، امریکہ کی اس جنگ سے فوری طور پر ہمیں نکلنا ہے اور کھڑے ہونا اور کھڑا ہم نے صرف اللہ کی مدد سے ہونا ہے۔ اللہ کی مدد کے حصول کا صرف ایک طریقہ ہے کہ اللہ کے دین کے وفادار بن جاؤ۔ دستور میں تو اسلام لکھا ہوا ہے مگر اس کو صحیح طریقے سے نافذ کرنا ہوگا، شریعت کو نافذ کرنا ہوگا اور دفاع شریعت پر اپنے گروہی مفادات کو بھلا کر کام کرنا ہوگا، پھر توبہ کریں اور قوم کو اکٹھا کریں۔ آپ نے کہا کہ ہم پتھر کے زمانے میں پہنچ چکے ہیں۔ اِسی تورا بورا بننے سے بچنے کے لیے ہم نے یہ سب کچھ کیا تھا، مگر آج ہم تورا بورا بن چکے ہیں اور اب اس لیے ڈر رہے ہیں کہ ہم پر پابندیاں لگ جائیں گی۔ مجھے یہ بتائیں کہ اب کون سی کسر رہ گئی ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہو جائے گا۔ سوئی گیس ختم ہوگئی، بجلی ختم ہوگئی، کاش ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہونا سیکھ لیتے۔ افسوس کہ ہم بے غیرتی والی زندگی ہم گزار رہے ہیں، ہم مسلمان ہیں اور ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایٹمی قوت بھی عطا کی ہے لیکن ہر وقت کشکول ہاتھ میں لیے ہوتے ہیں۔ پھر یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی ہم پتھر کے زمانے میں پہنچ گئے۔ امریکہ سے اتنی مدد لینے کے باوجود بھی ہم پتھر کے زمانے میں رہ رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم پر پابندیاں لگتی ہیں تو اس کے لیے ہمیں ایک بار تیار ہونا ہوگا۔ ہمیں جرائم کا ازالہ کرنے کے لیے سختیاں برداشت کرنے کے لیے تیار ہونا ہوگا۔ باعزت اور خوددار زندگی کی طرف واپس لوٹنا ہوگا۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ جب مغل بادشاہ بابر کی رانا سانگا سے پانی پت کے مقام پر جنگ ہوئی تھی، بابر کی فوج کو نظر آ رہا تھا کہ وہ رانا سانگا سے تعداد میں کافی کم ہے اور مشکل میں بھی ہے کیونکہ رانا سانگا بہت بڑی فوج لے کر آیا تھا۔ اس وقت بابر نے سرِعام شراب نوشی سے توبہ کی تھی، اور شراب کے برتن توڑ دیے تھے اور اللہ سے توبہ کے بعد وفاداری کا عہد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فتح عطا فرمادی تھی۔ جب مسلمان مشکل میں ہوتا ہے اس وقت بھی اللہ کا ساتھ موجود ہوتا ہے، شرط یہ ہے کہ مسلمان توبہ کر کے اللہ سے وفاداری کا عہد کرے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد حقیقت میں ہمارے لیے ہی ہے لیکن جب ہم خود دین کو اپنے آپ سے دور کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو اُس مدد سے محروم کر لیتے ہیں۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا سب سے بڑا مظاہرہ ہم نے اس دور میں دیکھ لیا ہے۔ یہ مادہ پرست دنیا ہے، جو یہ کہتی ہے کہ کسی کی طاقت کا اندازہ فوج، اسلحہ کی تعداد اور جاسوسی نظام سے لگاؤ۔ یہ بات غلط ثابت ہوگئی۔ امریکہ اور نیٹو کے پاس دنیا کی سب سے ہائی ٹیکنالوجی تھی اور سب کے سب اکٹھے بھی ہوگئے لیکن آج طالبان ساری طاقتور دنیا پر حاوی نظر آتے ہیں، یہ میں نہیں بلکہ ان کا ہی میڈیا کہہ رہا ہے۔ ہمیں حقیقت پسندانہ طرزِ عمل اپنانا اور اپنی کوتاہیوں پر اللہ سے معافی بھی مانگنی ہوگی اور ہمارے تمام لیڈروں کو قوم سے بھی معافی مانگنی ہوگی۔ دینی قوتیں ہوں یا عسکری و سیاسی قیادتیں، سب کو معافی مانگنی اور اللہ سے توبہ کرنی ہوگی۔

> افغانستان کی جنگ افغانوں نے بطور قوم نہیں لڑی۔ یہ چند ہزار طالبان تھے جنہوں نے امریکہ اور نیٹو کے متحدہ لشکر کا مقابلہ کیا اور انہیں ناکوں چنے چبوائے، ورنہ افغانستان کا بہت بڑا حصہ اور بہت بڑی آبادی طالبان کے خلاف تھی

ندائے ملت: افغان جنگ کا مستقبل آپ کیسے دیکھتے ہیں۔ جو کچھ آپ نے بتایا اس کے بعد آپ کی نظر میں کیا ہوگا، امریکہ افغانستان میں موجود ہے اور ادھر رہے گا یا نہیں رہے گا؟

حافظ عاکف سعید: میں حتمی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتا، لیکن کچھ شواہد ایسے ہیں جو صاف دکھائی دیتے ہیں۔ ایک تو اس جنگ کو 10 سال سے زائد ہوگئے ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ امریکہ کے پاس افغانستان کے چند علاقوں ہی کا، جہاں پر نیٹو اور امریکہ کے فوجی اڈے ہیں کنٹرول ہے۔ باقی پورے افغانستان پر وہ خود مانتے ہیں کہ طالبان قابض ہیں۔ دوسرے یہ کہ طالبان کی عوامی حمایت بھی پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ چنانچہ جب امریکہ افغانستان سے جائے گا تو وہاں اصل قوت طالبان ہی کی ہوگی، ہاں امریکہ اور دوسری شیطانی قوتوں کی خواہش یہ ہے کہ طالبان کے قدم افغانستان میں مضبوط نہ ہوں اور وہ اس میں پاکستان کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ امریکہ طالبان اور پاکستان کا براہِ راست تصادم کرانا چاہتا ہے۔ شمالی وزیرستان کے حوالے سے پاکستانی حکام پر دباؤ اسی منصوبہ کا حصہ ہے، تاکہ پاکستانی فوج براہِ راست اس جنگ میں پھنس جائے اور طالبان افغانستان کے ساتھ بھی لڑے، کیونکہ افغانستان کے طالبان ابھی تک پاکستانی حکومت کے خلاف کچھ نہیں کر رہے۔ ہم نے ان کے ساتھ جو کیا سو کیا۔ ہم نے ان کی حکومت توڑی، ہم نے امریکہ کے ساتھ مل کر طالبان کو ختم کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے ہمارے خلاف کچھ نہیں کیا۔ لیکن اب امریکہ چاہتا تھا کہ وہاں سے نکلنے سے پہلے پاکستان کو اِس جنگ میں الجھا کر جائے، تاکہ طالبان بھی کمزور ہوں اور پاکستان بھی کمزور ہو، تاکہ وہاں پر طالبان کی کوئی مستحکم حکومت قائم نہ ہو سکے۔ امریکہ کی یہ کوشش ہے۔ وہ پوری کوشش کرے گا، پورا زور لگائے گا۔ لیکن مجھے اللہ سے اُمید ہے کہ افغانستان میں طالبان کی حقیقی اسلامی حکومت دوبارہ قائم ہوگی اور وہ پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوگی، ان شاءاللہ۔

ندائے ملت: ہماری حکومت بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دینے جا رہی ہے۔ کیا یہ پاکستان کے مفاد میں فیصلہ ہے۔ اس پر آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

حافظ عاکف سعید: ہم تو اس معاملے میں اپنا ذہن بالکل واضح رکھتے ہیں۔ اپنے ہمسائے کے ساتھ دشمنی مول لینے کے ہم حامی نہیں، لیکن اس کا ایک پورا پس منظر ہے۔ اِس کے لیے از حد ضروری ہے کہ پہلے ملک کی نظریاتی اساس کو مضبوط بنایا جائے۔ ہندو پاکستان کے وجود کو کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ وہ ہمارا ازلی دشمن ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہم نے اپنے دین کو اپنے ملک کے اندر مضبوط نہیں کیا۔ چنانچہ کئی سال پہلے سونیا گاندھی نے کہا تھا کہ ''ثقافتی طور پر تو ہم نے پاکستان کو فتح کر لیا ہے۔ کراچی کی ویڈیو شاپس پر جا کر دیکھو، انڈین فلمیں اور گانے بج رہے ہیں۔'' ہم نے اسلام کے نام پر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ اس ملک کو اسلام کے نظامِ عدل وقسط کا نمونہ بنایا جائے، یہ ہماری ذمہ داری بھی ہے اور استحکام کا ذریعہ بھی! ہم اگر اسلام کی جڑیں مضبوط کیے اور اسلام کو تقویت دیے بغیر انڈیا کی طرف جھکاؤ کریں گے تو انڈیا ہمارا تشخص ختم کر دے گا۔ چاہے ہمارے ثقافتی طائفے انڈیا جا رہے ہوں، چاہے صحافتی طائفے جا رہے ہوں اور چاہے تجارتی طائفے جا رہے ہوں۔ ہمارے بعض ''دانشور'' وہاں جا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ خوامخواہ یہ لکیر لگا دی گئی ہے، ہم تو ایک ہی ہیں، اس لکیر کو مٹا دینا چاہیے۔ ہم اگر اپنا تشخص مضبوط کیے بغیر بھارت کو پسندیدہ ملک کا درجہ دیں گے تو ہمارے لیے سراسر نقصان ہو گا۔ پھر مسئلہ کشمیر کے تناظر میں بھی یہ بات بہت اہم ہے۔ کیونکہ کور ایشو تو کشمیر ہے۔ جبکہ بھارت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مذاکرات میں کشمیر کو ایک طرف رکھ کر باقی معاملات پر بات چیت کی جائے۔ ہمارا جو پہلے فیصلہ تھا وہ اصولی اور ٹھیک فیصلہ تھا۔ اب ہم بھارت کے اصول اپنا کر جو کچھ کر رہے ہیں، اس کا نقصان ہی ہو گا۔ نظریاتی لحاظ سے پھر اس بات کا جواز نہیں رہے گا کہ ہم کیوں بھارت سے الگ ہیں۔ جب تک ہم نظریۂ پاکستان اور اسلام کو مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں کرتے انڈیا سے روابط قومی خودکشی کے مترادف ہے۔ ہم کبھی بھی اس کی حمایت نہیں کر سکتے۔

ندائے ملت: نیٹو کے اپنے بقول کہ وہ افغانستان میں جنگ ہار چکے ہیں۔ کیا نیٹو اور امریکہ کی افغانستان میں شکست کا اثر تحریک آزادئ کشمیر پر بھی پڑے گا، کیونکہ افغان وار جب سے شروع ہوئی ہے، کشمیر کی تحریک ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔ مشرف نے اس میں اہم کردار ادا کیا تھا؟

حافظ عاکف سعید: جی بالکل اس کا اثر پڑے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت بھارت بھی پریشان ہے اس لیے بھارت اور امریکہ یہ چاہتے ہیں کہ افغانستان میں جہادیوں سے نمٹنے کے لیے پاکستان کو فرنٹ پر رکھیں۔ چنانچہ اب ان کی منصوبہ بندی اور طرح کی ہے۔ پہلے جو ان کے منصوبے تھے وہ مائنس طالبان تھے یعنی طالبان نے تو ختم ہو ہی جانا ہے۔ آخر بھارت نے افغانستان پر اربوں روپے کی سرمایہ کاری کی ہے تو کس لیے کی ہے۔ طالبان کے بعد جو بچے کھچے ہوں گے وہ تو ہیں ہی ہمارے ساتھ، اور ان کی حکومت ہو گی، ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہو گئی جیسے پہلے تھی تو یقیناً جہادِ کشمیر کو بھی تقویت ملے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ اب تو امریکہ اور مغرب کے دانشور پاکستان کو بھی ڈرا رہے ہیں کہ دیکھو اگر طالبان افغانستان میں مضبوط ہو گئے تو وہ تمہاری طرف بھی آ سکتے ہیں لہٰذا پاکستان طالبان پر توجہ دے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بھارت نے ہمارے ساتھ کچھ معاملات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض معاملات میں بھارت نے ہمیں بھی فیور دی ہے۔ اس سے پہلے اس کا تصور نہیں ہوتا تھا۔ ممبئی حادثے کے بعد اب انہوں نے کہا ہے کہ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے پاکستان سے مذاکرات ختم کر دیے تھے۔ بھارت اپنی غلطی مان رہا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ پاکستان کے حوالے سے غلطی کیوں مان رہا ہے۔ ظاہر ہے بھارت کو بھی اندیشہ ہے کہ اگر طالبان افغانستان میں آ گئے تو ہماری بھی خیر نہیں، کشمیر کا جہاد پھر زندہ ہو جائے گا۔ ہندو کو نفسیاتی طور پر بھی معلوم ہے کہ اسلام آیا کدھر سے تھا۔ اس لیے بھارت سمیت پوری دنیا زور لگا رہی ہے کہ طالبان کی حکومت نہ بنے۔ اسی لیے وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان ایک فیصلہ کن کردار ادا کرے اور طالبان آئندہ افغانستان میں مضبوط نہ ہو سکیں۔ شاید ہم اس طرف بڑھ جاتے مگر حالات ہمیں اس طرف لے آئے ہیں کہ ہمیں امریکہ کے سامنے کھڑا ہونا پڑ گیا۔

> یہ صوبے انگریزوں نے بنائے تھے۔ یہ کوئی مقدس گائے نہیں۔
> انتظامی بنیاد پر اِن کی تقسیم ہونی چاہیے، لیکن ٹھنڈے دل سے
> سوچ بچار کر کے اور قوم کو اعتماد میں لے کر یہ قدم اُٹھانا چاہیے

ندائے ملت: ایک خاص قسم کی سیکولر لابی پاکستان میں کام کر رہی ہے اور وہ آج کل اقبال، قائداعظم اور نظریۂ پاکستان کے بارے میں بے سروپا باتیں کر رہے ہیں۔ قائداعظم اور اقبال کو سیکولر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ لوگ نظریۂ پاکستان کو سرے سے مانتے ہی نہیں اور پاکستان میں اسلام کی نفی کرتے ہیں۔ ملک میں سیاسی محاذ آرائی اور بے چینی کے ساتھ ساتھ یہ پروپیگنڈا بھی چل رہا ہے۔ آپ کے نزدیک اس کی کیا وجہ ہے؟

حافظ عاکف سعید: یہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا ہے، اِس کا معاملہ یہ ہے کہ ع میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح۔ جتنی بھی عالمی دجالی قوتیں ہیں، ان کے دل میں پاکستان کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ چنانچہ ہم پر چاروں طرف سے وار ہو رہے ہیں۔ اسی میں یہ ہمارا دانشور طبقہ بھی آتا ہے جو اصل میں دشمنوں کی گیم کھیل رہا ہے۔ جب آپ نظریاتی ملک کی نظریاتی بنیادوں کو کمزور کریں گے تو پھر ملک کہیں بھی کھڑا نہیں ہو گا۔ نظریۂ پاکستان پر ہی ضرب لگا دو گے تو پھر پاکستان کے وجود کا کیا جواز رہ جائے گا۔ اگر ملک کی کوئی نظریاتی اساس ہی نہیں ہے تو پھر پاکستان اور انڈیا دونوں کو مل کر ایک ''مہا بھارت'' بن جانا چاہیے۔ پھر اختلاف کس لیے ہے، ہمیں اکٹھے ہو جانا چاہیے۔ بہرحال پاکستان کے وجود کو مٹانے کی کوششوں میں ہمارا سیکولر طبقہ پیش پیش ہے۔ یہ حقیقت میں ملک دشمن طبقہ ہے۔ یہ لوگ زبان سے سو قسمیں بھی کھا کر کہیں کہ وہ ملک کے خیر خواہ ہیں، حقیقت میں وہ ملک دشمن ہیں اور اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے وہ یہ سارا کچھ کر رہے ہیں۔

☆☆☆

’استثنائی قلعے‘ اور عوام... ہاتھ اُٹھاؤ کہ دعاؤں کی گھڑی ہے

پروفیسر خباب احمد خان

قلعہ (Fort) اس محفوظ و مضبوط عمارت کو کہتے ہیں، جس میں بادشاہ، حاکم یا فوج رہے۔ قلعہ سے وہ گوشہ بھی مراد لیا جاتا ہے جس میں شطرنج کے بادشاہ کو اس انداز میں رکھا جائے کہ مہرے اسے بچانے کے لیے آ جائیں۔ قلعہ بنانا ایک محاورہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی جگہ کو ایسا مستحکم کرنا کہ بیرون سے حملہ نہ ہو سکے۔ قلعہ میں پناہ لینے والے کو قلعہ بند کہا جاتا ہے۔

قلعوں اور قلعہ بندیوں کا سلسلہ ہر دور میں موجود رہا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ قلعہ داری کا پرانا نظام اب بھی کسی نہ کسی طرح اپنا وجود رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں مگر اب دنیا ترقی کے کئی مراحل طے کر چکی ہے، اس لیے کیسے ممکن تھا کہ قلعے تعمیر کرنے اور قلعہ بندی کا فن ترقی نہ کرتا۔ اب تو عمارت کھڑی کرنے کے جو کھم اُٹھانے کی ضرورت ہے، نہ تعمیری سازو سامان کی۔ مزدوروں اور معماروں پر وسائل خرچ کرنے کی ضرورت ہے، نہ وقت برباد کرنے کی۔ ’’ہوائی قلعے‘‘ تعمیر کرنے میں نہ ہینگ لگتی ہے، نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آتا ہے۔ اس وقت آپ دیکھ لیں تو ہمارا الیکٹرانک میڈیا ’’ہوائی قلعے‘‘ تعمیر کرنے کے فن میں طاق نظر آئے گا۔ ’’آزادیٔ صحافت‘‘ کے قلعے میں پناہ لے کر وہ آئے روز کسی نہ کسی کی پگڑی اچھالتا ہے۔ ’’منکر نما‘‘ دانشوروں کے ذریعے ’’مسلمات‘‘ کی بنیادیں مسمار کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتا۔ ’’مقتدر‘‘ ہستیوں کو بھی قلعہ بند ہونے کے لیے کوئی عمارت تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ انہیں ’’استثناء‘‘ کا قلعہ میسر ہے، جہاں قلعہ بند ہو کر وہ کچھ بھی کریں، ان کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

کہنے کو ہم جمہوری دنیا میں جی رہے ہیں، مگر ہزاروں سال پرانے تصورات کی دنیا میں آباد ہیں کہ بادشاہ کبھی غلطی کر ہی نہیں سکتا۔ بادشاہت کا قلعہ کب کا مسمار ہو چکا ہے، اب صرف ’’آئینی‘‘ بادشاہت ہی رہ گئی ہے، جس میں بادشاہ کی حیثیت تاش کے پتوں کے بادشاہ سے زیادہ نہیں۔ اختیارات نام کی کوئی چیز اب اس کے پاس نہیں۔ اب اختیارات کے مراکز بدل گئے ہیں، انہیں صدر اور وزیراعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صدر آئینی طور پر زیادہ اختیارات کا مالک ہو یا وزیراعظم، انہیں استثناء حاصل ہے۔ ’’بین الاقوامی قوانین‘‘ ان ’’مقتدرین‘‘ کو یہ رعایت دیتے ہیں کہ ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی ’’دوران اقتدار‘‘ نہیں کی جاسکتی۔ یعنی قانون کی حکمرانی قائم نہیں کی جاسکتی، بلکہ ’’حکمرانوں کا قانون‘‘ چلے گا۔ اسی لیے وہ عدالتوں کو ایک پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتے اور آئین کی دفعہ 248 کا حوالہ دے کر خود کو قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ قانون کی بلاامتیاز عمل داری اور معاشرتی انصاف کے بغیر کسی بھی معاشرے کی ترقی ممکن نہیں۔ اس وقت ہم زوال کی جس اتھاہ گہرائی کی طرف لڑھک رہے ہیں، اس میں سب سے بڑا حصہ استثناء اور مستثنیات کا ہے۔ لوٹ مار اور جرم کی دنیا آباد کرنے والے لوگ خود کو ’’قانونی استثناء‘‘ کے ذریعے احتساب سے اس طرح بچا کر نکال لیتے ہیں، جیسے مکھن میں سے بال نکالا جاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کے مطابق استثناء کی بات بعد میں کرتے ہیں، پہلے یہ دیکھیں کہ ملکی قانون میں آرٹیکل 248 پاکستان کے آئین کی روح کے منافی ہے یا نہیں، اس کے لیے ہمیں قراردادِ مقاصد کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو پہلے آئین میں دیباچے کے طور پر شامل تھی بعد ازاں اُسے آئین کا حصہ بنا دیا گیا تھا اس کے متن کے الفاظ یہ ہیں:

1) چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔

2) اصول جمہوریت و حرمت و مساوات اور رواداری اور عدل عمرانی کی جس طرح اسلام نے تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے، جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔

3) بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق کے ماتحت مساوی حیثیت مواقع، قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی و سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط کی آزادی شامل ہو۔

4) نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔

اسی طرح اس قرارداد میں اقلیتوں کی آزادی کے تحفظ، پس ماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کے قرار واقعی انتظام کا بھی ذکر ہے۔ یہ قرارداد علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پیش کی تھی، مسودہ بھی انہوں نے تیار کیا تھا، جسے مجلس دستور ساز نے 12 مارچ 1949ء کو چند ترامیم کے بعد منظور کر لیا تھا۔ یہ قرارداد شہید ملت لیاقت علی خان نے پیش کرتے ہوئے کہا تھا ’’یہ قرارداد ان خالص اصولوں پر مشتمل ہے، جن پر پاکستان کا دستور اساسی مبنی ہوگا۔‘‘

جب اختیار حکمرانی قرارداد مقاصد کے مطابق امانت ہے اور اختیار حکمرانی مقررہ حدود کے اندر اور نیابتاً ہے، اصول جمہوریت و مساوات و رواداری اور عدل عمرانی کی اسلامی تشریح کو مکمل محفوظیت کی قرارداد مقاصد ضمانت دیتی ہے تو پھر استثناء کیا اس قرارداد کی روح کے منافی نہیں؟ امانت میں خیانت پر احتساب کیوں غیر قانونی ہے؟ نیابتاً اختیار حکمرانی کا استعمال تقاضا کرتا ہے کہ جس کی نیابت کا بیڑا اُٹھایا جا رہا ہے، اس کے احکام کو تسلیم کیا جائے۔ ’’حاکم مطلق‘‘ کے احکامات قرآن میں موجود ہیں، جس کی تشریح جناب نبی کریم ﷺ نے فرمائی، ان میں بڑے اور چھوٹے، عربی اور عجمی، کالے اور گورے میں کوئی امتیاز نہیں۔ رسول اکرم ﷺ، خلفائے راشدین سے بڑھ کر امتیاز کا حق کسے تھا مگر انہوں نے خود کو کبھی انصاف سے بالاتر سمجھا، نہ استثنائی قوانین بنائے۔

بین الاقوامی طور پر استثنائی قانون کی حیثیت بھی بدل چکی ہے، جس کی ایک نہیں کئی مثالیں دی جاسکتی

ہیں۔ امریکہ کے دو صدور رچرڈ نکسن اور بل کلنٹن واٹرگیٹ اور گرل فرینڈ اسکینڈل میں ملوث پائے گئے تو امریکی سپریم کورٹ نے ان کا مواخذہ کیا۔ صدر نکسن کو اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا اور بل کلنٹن کو بھاری جرمانے کے ساتھ عدالت سے معافی مانگنی پڑی۔ بل کلنٹن کا کیس نجی نوعیت کا تھا اور امریکا جیسے مادر پدر آزاد معاشرے میں ''گرل فرینڈ'' بنانا معمول ہے، مگر اس نجی معاملے پر عدالت نے کلنٹن کی گرفت کی اور ان کی اخلاقی کمزوری کو ''استثناء'' کی چھتری مہیا نہیں کی۔ جرم دیوانی ہو یا فوج داری کسی بھی طرح کسی کو استثناء دینا غلط ہے۔ اٹلی کے وزیر اعظم برلیسکونی کو بدعنوانی کے الزامات کا دفاع کرنے کے لیے ''استثناء'' کو استعمال نہیں کرنے دیا گیا۔

''انصاف'' کی دہائی دینے والے خود کو انصاف سے ماوراء سمجھیں، ان کے خلاف جرم کے ارتکاب کے باوجود پولیس کارروائی کر سکتی ہے، نہ ان کے خلاف مقدمہ درج ہو سکتا ہے، نہ ان کے خلاف عدالتیں مقدمہ سن سکتی ہیں۔ عام آدمی یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ انصاف کا پرنالہ صرف نیچے کی طرف ہی کیوں بہتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے قوموں کی تباہی کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں سے کوئی بڑا جرم کرتا تو اس سے اغماض برتا جاتا اور چھوٹا جرم کرتا تو اسے اس کے جرم سے زیادہ سزا دی جاتی''۔

وقت آ گیا ہے کہ ''استثناء'' کے متنازع امر کی تشریح آئین و قانون کے تناظر میں کی جائے، تاکہ امتیازات کا خاتمہ ہو اور استثنائی قلعے کے مکینوں کو اس چھتری سے باہر نکال کر عام آدمی کی طرح مجرم ہونے کی صورت میں انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔ وہ مقتدر اعلیٰ (اللہ رب العالمین) کے قوانین کی پاسداری نہیں کر سکتے تو انہیں نیابت حکمرانی کیسے مل سکتی ہے؟ اس ملک کے نظریاتی اساس پر قیام کے لیے قربانیاں دینے والوں کی آنکھوں میں اشکوں کی لڑی ثابت کر رہی ہے کہ وہ ظلم سے نجات کے بعد بھی ظالموں کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکے، اس لیے وہ یہ آرزو کر رہے ہیں۔

ان ظالموں کو جڑ سے مٹا دے اے میرے رب
ہاتھ اٹھاؤ کہ دعاؤں کی گھڑی ہے

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز

''جامع القرآن چونگی نمبر 9 مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' میں

5 تا 11 فروری 2012ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

10 تا 12 فروری 2012ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

ہو رہا ہے۔ اسی طرح

''25 آفیسر کالونی بوسن روڈ ملتان'' میں

12 تا 18 فروری 2012ء
(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

17 تا 19 فروری 2012ء
(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان میں شامل ہوں۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: **مرکزی شعبہ تربیت**

برائے رابطہ (042)36316638-36366638
0333-4311226

خلافت فورم

☆ جدید ریاست کے چوتھے ستون میڈیا کا اصل رول کیا ہونا چاہیے؟
☆ کیا جمہوری دور حکومت میں آزاد میڈیا پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہیے؟
☆ کیا پاکستانی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی کارکردگی اطمینان بخش ہے؟
☆ میوزیکل کنسرٹ میں طالبات کی ہلاکت اور امریکی فوجیوں کے ہاتھوں طالبان افغانستان کی لاشوں کی بے حرمتی کا الیکٹرانک میڈیا نے بلیک آؤٹ کیوں کیا؟
☆ کیا پاکستانی میڈیا پر بھی سیکولر عناصر قابض ہیں؟
☆ ایک اسلامی فلاحی ریاست میں میڈیا کا کیا رول ہونا چاہیے؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھیے

مہمانانِ گرامی : جناب **ڈاکٹر فرید احمد پراچہ** (ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی)
جناب **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان : **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

This is the reality today no matter how we choose to explain it in socio-political and historical terms. Even Islam's detractors including Buchanan acknowledge that the Islamic civilization ruled the roost for a thousand years, from 7th to 17th century, and had been far ahead of the rest of the world in many ways. Indeed, the Industrial Revolution was built on the scientific advances and groundwork done by the Muslims.

But that was the past. What about today and what about tomorrow? You cannot go on living in the past and rest on your laurels forever. Of course, I don't share Buchanan's skepticism about the Arab Spring and the future of Islamic world. The juggernaut of change on the march across the Middle East is the best thing to have happened in a long, long time and it's unstoppable.

After decades and centuries of tyranny and colonial exploitation, the people are finally taking charge of their destiny. The stunning victories of the Islamists, from Egypt to Tunisia to Morocco, that have horrified the West and its allies shouldn't really come as a surprise to anyone. People are only returning to their natural self, repressed and shackled as it was all these years. Religion may have been banished in the West but it remains an essential part and the heart and soul of Muslim societies. Look at the decisive mandate Egyptian and Tunisian Islamists have received. This is a vote for change and a rejection of all those ideas and individuals superimposed on the Middle East all these years.

However, while these winds of change across the region have created an extraordinary opportunity for the Islamists, they have also generated great expectations and incurable hopes. History would be most unforgiving of those who flunk this opportunity. People are desperate for change and a change for the better. And the Middle East's new crop of leaders cannot afford to let them down.

There's no dearth of naysayers and Cassandras out there, including those who have aided and perpetuated the *status quo* all these years, waiting with bated breath for the Islamists to crash or make a fool of themselves. They have persuaded themselves that this blessed season of change is too good to last. Doubtless, these are testing times. One reckless step could undo all the good work.

The belief that Islam offers all the answers is not just a construct and conviction of the Islamists. It's the unshakable belief of an overwhelming majority. However, this isn't enough. You have to build intellectual and political institutions and infrastructure, and equally important, evolve public opinion to support the utopia inspired by Islam.

The much-cited example of Turkey's Islamists led by Recep Tayyip Erdogan, easily the tallest leader since Ataturk, is indeed most invigorating. Even Youssef Al-Qaradawi, the Qatar-based Islamic scholar named by many Arabs and Islamists as a spiritual guide for their revolutions, is all praise for the Turkish model. But it took decades of hard work for Turkey to get where it finds itself today. The country that acts as a bridge between the East and West literally has blended Islamic ideals and values with pragmatism and demands of a fast changing world.

Turkey today isn't just a vibrant, modern nation proud of its beliefs and identity, it's marching with confidence on all fronts. Even in these troubled times, it has maintained the amazing pace of its economic growth. More important, the country that under the Ottomans led the Muslim world for centuries has demonstrated how Islam could be uplifting, liberating and beautiful in practice. There are invaluable lessons for Arabs in Turkey, the first Muslim country to support those demanding freedom from tyranny, from Tunisia to Egypt to Syria.

Meanwhile there's bad news for all those hoping of the Arab Spring turning into an endless winter for the Middle East. The Arab Spring is here to stay and it looks like it's not just going to change the Middle East but the world beyond --- from New York to Moscow to New Delhi.

(*Courtesy: "Radiance Viewsweekly"*)

A CHALLENGE & OPPORTUNITY IN MIDDLE EAST

Patrick Buchanan is one of those few writers I never like to miss. Having worked as a senior adviser to three US presidents, Buchanan has had a rare, ringside view of history. Six of his 10 books including The Death of the West, Where the Right Went Wrong and more recently, Suicide of a Superpower have been New York Times bestsellers.

I like Buchanan's writings for their unsparing, sweeping view of history. He tries to divine the future in the light of the past. Despite being an old-fashioned Conservative, he has his feet on the ground. He was one of those few voices on the right that attacked America's indefensible wars.

In his latest piece in the American Conservative, Buchanan argues that the biggest winner this year is Islam. In the article titled, Second Period of Islamic Power, Buchanan says: "From Morocco to Pakistan, a great awakening is occurring. The most dramatic example of Islam rising again came in Egypt, with the fall of the 60-year-old military dictatorship. The West hailed the coming of democracy but democracy delivered a rude shock. In the first round of voting, over 60 percent of ballots were for the Muslim Brotherhood or the radical Islamist Nour Party. In the second round, 75 percent voted Islamist. In Tunis and Tripoli, too, the overthrow of autocrats revealed a silent majority sympathetic to Islamism."

Buchanan talks of an alarming "Islamist awakening" around the world, from China's largest province Xinjiang that was once part of the Ottoman caliphate to Russia's simmering Muslim regions of Dagestan and Ingushetia. He rues the fact that in Iraq and Afghanistan, Americans are in retreat and "Islamists are celebrating our eviction". The Conservative pundit is alarmed by the growing Muslim numbers around the world, including in Europe, pointing out that Islam has already overtaken Catholics as the world's biggest religion with 48 UN member states now boasting a Muslim majority. "If demography is destiny, the future would seem to belong to Islam," concludes the two-time Republican presidential hopeful.

While these observations are familiar and need no elaboration, what really interests me is the subsequent question raised by Buchanan. That is, can this Islamic resurgence sustain itself without an intellectual and political infrastructure and real tangible steps underpinning it? "Take away oil and gas, and from Algeria to Iran these nations would have little to offer the world" he points out questioning if Islamism really owns the future of Muslim world.

It's not possible to dispute Buchanan's facts of course. While the Muslims have never had it so good in economic terms with enormous financial and natural resources being at their disposal, their contribution and leadership on the world stage is indeed limited. Not one university from a Muslim country figures in the top 50 or 100 --- strange for a people who set up the world's first university. Not one Muslim nation is part of the top 10 economic powers. The entire Muslim world put together cannot hold a candle to countries like China, Japan or South Korea in industrial production.